بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست عنوانات

الفصل الرابع عشر فی صرف مال المسجد فی غیرہ

(مسجد کے پیسے کا دوسری جگہ استعمال کرنے کا بیان)

الفصل الخامس عشر فی صرف المال الحرام فی المسجد

(مسجد میں حرام مال صَرف کرنے کا بیان)

الفصل السادس عشر فی صرف مال الکافر فی المسجد

(مسجد میں کافر کے مال کو صرف کرنے کا بیان)

الفصل السابع عشر فی جمع التبرعات للمسجد بطریق الاکتتاب

(مسجد کے لئے چندہ جمع کرنے کا بیان)

الفصل الثامن عشر فی بناء المسجد فی ملک الغیر
(غیر کی زمین میں مسجد تعمیر کرنے کا بیان)

باب آداب المسجد

الفصل الأول فیما یستحب فی المسجد ومایکرہ

(مسجد میں مستحب اور مکروہ کاموں کا بیان)

الفصل الثانی فی النیام و القیام فی المسجد

(مسجد میں سونے اور ٹھہرنے کا بیان)

الفصل السادس فی زخرفة المساجد والکتابة علیها

(مسجد کے نقش ونگار اور اس پر لکھنے کا بیان)

الفصل السابع فی البیع والشراء فی المسجد

(مسجد میں خرید وفروخت کرنے کا بیان)

الفصل الثامن فی الاکتتاب فی المسجد

(مسجد میں چندہ کرنے کا بیان)

الفصل التاسع فی الحَفَلات للوعظ والأناشید فی المسجد

(مسجد میں وعظ ونظم کی محفلوں کا بیان)

الفصل العاشر فی المزامیر عند المسجد

(مسجد کے قریب موسیقی وغیرہ کا بیان)

باب المتفرقات

باب المصلّٰی

(عیدگاہ کا بیان)

بابٌ فی أحکام المقابر

(قبرستان کے احکام کا بیان)

باب مایتعلق بالمدارس

الفصل الأول فی تولیة المدارس ونظمها

(مدارس کے نظم ونسق اور اہتمام کا بیان)

الفصل الثانی فی مصارف المدرسة و استبدالها

(مدرسہ کے مصارف اور اس کو بدلنے کا بیان)

الفصل الثالث فی بیع وقف المدرسة والتصرف فيه

(مدرسہ کا وقف فروخت کرنے اور اس میں تصرف کرنے کا بیان)

الفصل الرابع في بيع وقف المدرسة وإجارته

(مدرسہ کے وقف کو بیچنے اور کرایہ پر دینے کا بیان)

الفصل الخامس فی وظائف المدرّسین

(مدرسین کی تنخواہوں کا بیان)

الفصل السادس فی المبعوثین والتبرعات

(مدارس کے سُفراء اور چندہ کے احکام)

الفصل السابع فی صرف المال الحرام ومال الکافر فی المدارس

(مدارس میں مالِ حرام اور مالِ کافر کے صَرف کرنے کا بیان)

باب المتفرقات



بقية كتاب الوقف

الفصل الثالث عشر فى مكبّر الصوت

(مسجد میں لاؤڈ اسپیکر اور اس کے استعمال کا بیان)

مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے حدیث پاک سنانا

سوال[۷۲۰۱]: حدیث پاک صبح کو لاؤڈ اسپیکر سے بیان کرنا کہ دین کی باتیں معلوم ہوں اور نماز روزہ کا شوق بڑھے، خصوصاً عورتوں کو کہ وہ گھر میں رہتی ہیں کہ انہیں یہ مسائل معلوم ہو جائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اس میں یہ فائدہ بھی ہے اور بہت سے آدمی اپنے مشاغل میں لگے رہتے ہیں، اس طرف متوجہ بھی نہیں ہوتے، نیز خود طلب اور شوق سے بے بہرہ ہو جاتے ہیں کہ گھر بیٹھے آواز آتی ہے، حدیث پاک اور دینی مسائل سے یہ بے توجہی کہ آواز آنے کے باوجود اپنے مشاغل میں لگے رہیں اور توجہ نہ کریں بڑی ناقدری ہے(۱)۔ اگر

---

(۱) مجلسِ نبوی علی صاحبہ الف الف صلوۃ وسلام کی صفت اور قدر دانی یہ تھی کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس طرح توجہ اور سکینت کے ساتھ بیٹھتے تھے کہ گویا کہ اگر ان کے سروں کے اوپر پرندے بیٹھ جائیں تو ان کو یہ پتہ نہ چلے کہ ہم کسی جامد چیز پر بیٹھے ہیں یا انسانوں کے سروں پر، یہی قدر دانی تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑے اونچے مقامات سے سرفراز فرمایا تھا:

"عن البراء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: خرجنا مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم فی جنازة فانتهينا إلى القبر فجلس وجلسنا كأن على رؤسهم الطير".

وقال الشيخ عبدالغنى المجددى تحت هذا الحديث: "كأن على رؤسهم الطير" قال الطيبى: هو كناية عن إطراقهم رؤسهم وسكوتهم وعدم التفاتهم يميناً وشمالاً: أى على رأس كل واحد الطير =

سننے ہی کے لئے جمع ہوں اور آواز نہ پہونچنے کی وجہ سے لاؤڈ اسپیکر استعمال کیا جائے تو دوسری بات ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱۱/۹۵ھ۔

غفلت کے وقت مسجد کے لاؤڈ اسپیکر پر حدیث سنانا

سوال[۷۲۰۲]: ۱..... صبح کے وقت مسجد کے لاؤڈ اسپیکر میں کوئی حدیث پڑھی جائے درآنحالیکہ مسجد میں کوئی شخص نہیں ہوتا اور گھروں میں مرد وعورتیں دھیان وتوجہ سے نہیں سنتے۔ ایسی صورت میں پڑھنا کیسا ہے؟

تبلیغ اور گم شدہ بچے کا اعلان مسجد کے لاؤڈ اسپیکر سے

سوال[۷۲۰۳]: ۲..... محلّہ کے گھروں میں جو تبلیغ ہوتی ہے اس کا اعلان اور گم شدہ بچے کا اعلان کرانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... جب کہ مسجد میں کوئی آدمی موجود نہیں اور اپنے اپنے مکانوں میں مرد وعورت اپنے اپنے کام میں مشغول ہیں، کوئی متوجہ نہیں تو ایسی حالت میں لاؤڈ اسپیکر پر حدیث شریف سنانا بے محل ہے، اس سے پرہیز کیا جائے (۱)۔

= يريد صيدها ولا يتحرك. وهذه كانت صفة مجلس رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إذا تكلم، طرق جلساؤه كأنهم على رءوسهم الطير". (سنن ابن ماجة، كتاب الجنائز، باب ماجاء في جلوس في المقابر، (رقم الحاشية: ٣)، ص: ١١١)

(۱) جب کہ سب نمازی اپنی اپنی ضرورتوں اور کاموں میں مصروف ہوں تو اس وقت مسجد کی اشیائے موقوفہ کا استعمال کرنا بے محل ہونے کی بنیاد پر جائز نہیں ہوتا، اس طرح صورتِ مذکورہ میں بھی چونکہ اس وقت لاؤڈ اسپیکر کی ضرورت نہیں، لہٰذا لاؤڈ اسپیکر پر اس وقت حدیث وغیرہ سنانا مناسب نہیں۔

"ولو وقف على دهن السراج للمسجد، لا يجوز وضعه جميع الليل بل بقدر حاجة المصلين ويجوز إلى ثلث الليل أو نصفه إذا احتيج إليه للصلوة فيه، كذا في السراج الوهاج". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر في المسجد ومايتعلق به، الفصل الأول: ٢/٤٥٩، رشيدية) =

۲..... محلّہ کے گھروں میں جو تبلیغ ہوتی ہے اس کا اعلان درست ہے، گم شدہ بچے کا اعلان خارجِ مسجد کیا جاسکتا ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۱/۱۲/۹۵ھ۔

وعظ میں لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنا

سوال [۷۲۰۴]: لاؤڈ اسپیکر مسجد میں رکھ کر اس میں وعظ ونصیحت اس نیت سے کرنا کہ جو لوگ مسجد میں نہیں آتے ان کے کانوں میں بھی دین کی باتیں پہونچ جائیں، جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بھی جائز ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (وكذا في خلاصة الفتاوىٰ، كتاب الوقف، الرابع في المسجد وأوقافه ومسائله: ۴/۴۲۲، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الوقف، فصل في أحكام المساجد: ۵/۴۲۰، رشيديه)

(۱) یہ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی احتیاطی رائے ہے جس میں مسجد کے ادب کا لحاظ رکھا گیا ہے، لیکن بعض دیگر حضرات گم شدہ بچہ کا اعلان انسانی جان کی اہمیت اور ضرورت کی بناء پر مسجد میں جائز قرار دیتے ہیں، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''البتہ گم شدہ بچہ کا اعلان انسانی جان کی اہمیت کے پیشِ نظر جائز ہے''۔ ایک اَور سوال کے جواب میں فرمایا: ''اور گمشدہ بچے کا اعلان بھی ضرورت کی بناء پر جائز ہے''۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۲/۱۴۴، مکتبہ بینات)

(وكذا في فتاوىٰ حقانيه: ۵/۹۵، دار العلوم حقانيه)

(۲) جو لوگ مسجد میں نہیں آتے ہیں، ان کے کانوں میں بھی دین کی باتیں پہونچانے کی غرض سے لاؤڈ اسپیکر کو بھی دوسرے اشیاءِ موقوفہ کی طرح بقدرِ حاجت استعمال کرنا جائز ہے:

''ولو وقف على دهن السراج للمسجد، لا يجوز وضعه جميع الليل بل بقدر حاجة المصلين، ويجوز إلى ثلث الليل أو نصفه إذا احتيج إليه للصلوة فيه، كذا في السراج الوهاج''. (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الحادي عشر في المسجد، ومايتعلق به، الفصل الأول: ۲/۴۵۹، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوىٰ، كتاب الوقف، الرابع في المسجد وأوقافه ومسائله: ۴/۴۲۲، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الوقف، فصل في أحكام المساجد: ۵/۴۲۰، رشيديه)

ماہ مبارک میں رات کو مسجد کے مائک پر نظم وغیرہ پڑھنا

سوال[۷۲۰۵]: گاؤں میں کئی سال سے رمضان شریف کی رات میں مسجد کے لاؤڈ اسپیکر پر گانا شروع کر دیتے ہیں، کبھی تقریر کرتے ہیں، کبھی نظم پڑھتے ہیں، ٹائم کا اعلان کرتے ہیں، اس وقت گھر میں بہت سے لوگ تہجد اور قرآن شریف پڑھتے ہیں، ان کی نماز اور قرآن میں کافی خلل پڑتا ہے۔ شرعی حکم کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اعلان کرنے سے نماز وتلاوت پر تشویش ہوتی ہے، مگر اعلان کرنے والے بھی اپنے اعلان کو تہجد اور تلاوت سے کم نہیں سمجھتے، بلکہ زیادہ ہی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کا تہجد تنہا تنہا کا تہجد ہے اور ہمارے اعلان کی بدولت سب بستی والے بیدار ہوتے ہیں، بہت سے تہجد وغیرہ پڑھتے ہیں اور سحری کی اطلاع سب کو ہوجاتی ہے جس سے سب کے روزے سنت کے مطابق اور آسان ہوجاتے ہیں۔ اعلان کرنے والے حضرات مانتے نہیں، اپنا کام برابر کئے جاتے ہیں، ان کو سمجھایا ہی جاسکتا ہے، لڑائی ہرگز نہ کی جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

تبلیغی نصاب مسجد کے مائیک میں پڑھنا

سوال[۷۲۰۶]: مسجد میں اذان اور کسی عالم کی تقریر کے لئے لاؤڈ اسپیکر لگایا گیا، اب اگر اس پر قرآن کریم، نعت یا نظم یا تبلیغی نصاب، یا کوئی تعلیمی کتاب پڑھی جائے تو جائز ہے یا نہیں، جب کہ اس وقت کچھ لوگ نماز بھی پڑھتے رہتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تبلیغی نصاب ان لوگوں کو سنانا مقصود ہوتا ہے جو وہاں موجود ہوں، بغیر لاؤڈ اسپیکر کے آواز ان کو پہونچ جاتی ہے، پھر کیوں لاؤڈ اسپیکر پر ان کو سنایا جاتا ہے، اس لئے اس مقصد کے لئے لاؤڈ اسپیکر استعمال نہ کریں،

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ادع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة، وجادلهم بالتي هي أحسن﴾. (سورة النحل: ۱۲۵)

خاص کر جب کہ نمازیوں کو اس سے پریشانی ہوتی ہے(۱)۔ زور زور سے نعت بھی لاؤڈ اسپیکر پر پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

مسجد کے لاؤڈ اسپیکر پر اذان کے علاوہ حمد ونعت پڑھنا

سوال[۷۲۰۷]: محلّہ حسنو کٹرہ فیض آباد میں ایک مسجد ہے، جس میں محلّہ کے تمام لوگ با جماعت نماز ادا کرتے ہیں، مسجد میں لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ اذان ہوتی ہے، بعد نماز اکثر لوگ حمدیہ اور نعتیہ کلام بھی پڑھ لیا کرتے ہیں جس کی وجہ سے مسجد کے پڑوس میں بسے ہوئے ایک مسلمان کو بظاہر لاؤڈ اسپیکر کی آواز سے بڑی تکلیف ہوتی ہے، جس کے خلاف وہ برابر زبانی یا تحریری شکایتوں کو حاکموں تک پہونچایا کرتے ہیں، جس کی وجہ سے اہل محلّہ کو پولیس نے مارا بھی ہے۔ اس واقعہ کے بعد اہل محلّہ کو اندازہ ہوا کہ شاید یہ بات بڑھ جائے اس لئے خاموش ہوگئے۔

خازنِ مسجد نے ان کے پاس کہلایا کہ معلوم ہوا کہ لاؤڈ اسپیکر کے خلاف آپ نے حاکموں تک شکایت کی ہے تو انہوں نے جوش میں آکر کہا کہ اگر یہ بات میرے اوپر ثابت ہوجائے تو مجھے پچاس جوتے ماریں، ورنہ نہ ثابت کرنے والے کو سو جوتے ماروں گا۔ دوبارہ خازن نے کہلا بھیجا کہ میں سو جوتے کھانے کو تیار ہوں اس شرط پر کہ وہ مسجد میں آکر قسم کھالیں کہ ہم نے کوئی شکایت نہیں کی ہے اور نہ کرائی ہے۔ بہر حال پڑوسی موصوف نے قسم کھانے سے انکار کردیا اور کہا کہ میں مسلمان ہوں حلف نہیں اٹھاؤں گا۔

اب دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ جملہ مسلمانانِ شہران کے ساتھ کیا رویہ برتیں، بول چال کھانا پینا اور رسم وراہ رکھیں یا نہیں؟ ساتھ ہی یہ بھی واضح فرمائیں کہ آیا مسجد میں مائیک پر حمد ونعت واذان دی جائے یا نہیں؟

---

(۱) "وأجمع العلماء سلفاً و خلفاً علی استحباب ذکر الله تعالیٰ جماعةً فی المساجد وغیرها من غیر نکیر، إلا أن یشوش جهرهم بالذکر علی نائم أو مصل أو قارئ، کما هو مقرر فی کتب الفقه". (شرح الأشباه والنظائر للحموی، (رقم القاعدة: ۲۹)، القول فی أحکام المسجد: ۴/۲۱، إدارة القرآن، کراچی)

(وکذا فی مرقاة المفاتیح، باب المساجد و مواضع الصلاة، الفصل الثانی: ۲/۴۴۰، رشیدیه)

الجواب حامداً ومصلياً:

ان پڑوسی سے کہا جائے کہ ہم کوایسی ہی خبر ملی تھی، اگر یہ خبر غلط ہے، نہ آپ نے شکایت کی اور نہ کسی سے شکایت کرائی تو اس بات میں ہمارا دل آپ کی طرف سے صاف ہے، اب یہ معاملہ ختم کر دیا جائے، نہ ان سے قسم لیں، نہ سلام وکلام ترک کریں، بلکہ اخلاق ومحبت سے پیش آئیں۔ لاؤڈ اسپیکر پر صرف پانچ وقت کی اذان کہیں جس سے مقصود لوگوں کو نماز کے لئے بلانا ہو، بقیہ دوسری چیزوں کے لئے لاؤڈ اسپیکر استعمال نہ کریں، ہاں! کوئی جلسہ کرنا ہوتو اس وقت حمد ونعت اور تقریر ووعظ کے لئے لاؤڈ اسپیکر استعمال کرلیں۔ پڑوسی کا خیال رکھنا بھی شرعاً لازم ہے(۱)، بلاوجہ ایسا کام نہ کیا جائے جس سے اذیت پہونچے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۴/۹۶ھ۔

مسجد کے لاؤڈ اسپیکر پر نعت وغزل پڑھنا

سوال[۷۲۰۸]: یہاں مقامی مسجد میں اذان کے لئے لاؤڈ اسپیکر لگایا گیا، لیکن عشاء کے بعد روزانہ تین چار گھنٹے لوگ نعت، قصیدہ، غزل پڑھتے ہیں اور اسے نیک فعل بتلاتے ہیں، اس کی وجہ سے نماز پڑھنے والوں کو کافی دقت ہوتی ہے۔ کیا ان کو ایسا کرنا چاہئے، ان کا یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) "وأجمع العلماء سلفاً و خلفاً على استحباب ذكر الله تعالىٰ جماعةً في المساجد وغيرها من غير نكير، إلا أن يشوش جهرهم بالذكر على نائم أو مصل أو قارئ، كما هو مقرر في كتب الفقه". (شرح الأشباه والنظائر للحموی، القول في أحكام المسجد، (رقم القاعدة: ۲۹) : ۲۱/۴، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، باب المساجد ومواضع الصلوة، الفصل الثاني : ۱۶۱/۲، رشيديه)

(وكذا في أوجز المسالك: ۲۲۷/۲)

(۲) "عن أبي موسىٰ رضي الله تعالىٰ عنه قال: قالوا: يارسول الله! أيّ الإسلام أفضل؟ قال: "المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده، الخ". (صحيح البخاری، كتاب الإيمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده: ۶/۱، قديمی)

"فيه (أي في الحديث المذكور) الحث على ترك أذى المسلمين بكل مايؤذی". (عمدة القاری، كتاب الإيمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده: ۲۱۴/۱، دارالكتب العلمية، بيروت)

الجواب حامداًومصلیاً:

یہ طریقہ صحیح نہیں، اس کو بند کیا جائے، اس میں مسجد کی بھی حق تلفی ہے اور نمازیوں کی بھی (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱/۹۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

ایک مائیک کی آواز پورا گاؤں سنے تو کیا دوسری مسجدوں میں مائیک کی ضرورت ہے؟

سوال[۷۲۰۰]: ایک گاؤں میں کئی مسجدیں ہیں جن میں سے صرف ایک مسجد میں لاؤڈ اسپیکر (مائک) ہے، جب مائک میں اذان ہوتی ہے تو آواز تقریباً پورے ہی گاؤں میں پہونچ جاتی ہے، پھر بھی دوسرے محلّہ کی مسجد والے مائک لانا چاہتے ہیں۔ یہ اسراف ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

جب ایک مسجد کے مائک سے سب گاؤں میں اذان کی آواز پہونچ جاتی ہے اور نمازوں کے اوقات قریب ہی قریب ہیں تو دوسری مسجد میں مائک لگانا بے ضرورت ہے، اس کے لئے مسجد کا پیسہ صرف نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۳/۹۴ھ۔

---

(۱) "ثم السراج والبساط كذلك إلى آخر المصالح، هذا إذا لم يكن معيناً، فإن كان الوقف معيناً على شيء يصرف إليه". (رد المحتار، كتاب الوقف: ۳۶۷/۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الوقف، فصل في أحكام المساجد: ۴۱۸/۵، رشيديه)

"ولا تجوز إعارة أدواته لمسجد آخر، ولا يشغل المسجد بالمتاع". (الأشباه والنظائر، القول في أحكام المسجد: ۶۳/۴، إدارة القرآن كراچى)

"وأجمع العلماء سلفاً وخلفاً على استحباب ذكر الله تعالىٰ جماعةً في المساجد وغيرها من غير نكير، إلا أن يشوش جهرهم بالذكر على نائم أو مصل أو قارئ، كما هو مقرر في كتب الفقه". (شرح الأشباه والنظائر للحموي: ۶۱/۴، إدارة القرآن كراچى)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، باب المساجد و مواضع الصلاة، الفصل الثاني: ۴۴۰/۲، رشيديه)

مسجد کے مائیک پر اعلان جب کہ اس کے پھول مسجد کے مناروں پر لگے ہوں

سوال[۷۲۱۰]: مسجد کا مائیک لوگوں کے چندہ سے خریدا گیا ہے اور خریدنے والوں کی نیت یہ تھی کہ اعلان کیا کریں گے، مائیک مسجد کے حجرے میں رکھا ہوا ہے اور اس کے لاؤڈ اسپیکر کے پھول مسجد کے میناروں پر ہے۔ تو کیا اعلان کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اذان کے علاوہ کوئی اَور اعلان کرنا چاہتے ہیں تو اس جگہ اعلان نہ کریں، مثلاً: کسی گم شدہ چیز کو تلاش کرنا ہو، یا کسی اَور بات کی خبر دینی ہو، جس کا تعلق نماز اور مسجد سے نہ ہو تو خارج مسجد یہ کام کریں (۱)۔ مینارہ پر مائیک کے پھول اس کے لئے استعمال نہ کریں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۳/۹۴ھ۔

روپیہ لیکر مسجد کے مائک پر اعلان کرنا

سوال[۷۲۱۱]: مسجد کے مائک پر جو اعلان کیا جاتا ہے اس کے لئے جو ایک روپیہ لیا جاتا ہے، وہ اعلان کرنا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) "(وعرف): أی نادی علیها حیث وجدها وفی المجامع". (الدرالمختار). "(قوله: نادی علیها) إلی وجدت لقطةً لا أدری مالکها. (قوله: حیث وجدها وفی المجامع): أی مجامع الناس کالمساجد والأسواق والشوارع، إلا أنه ینادی علی أبواب المساجد لافیها". (حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار، کتاب اللقطة: ۲/۵۰۱، دارالمعرفة بیروت)

(۲) "ثم السراج والبساط کذلک إلی آخر المصالح، هذا إذا لم یکن معیناً، فإن کان الوقف معیناً علی شئ، یصرف إلیه". (ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب یبدأ بعد العمارة بما هو أقرب إلیها: ۴/۳۶۷، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الوقف، الرابع فی المسجد ومایتصل به: ۶/۲۷۰، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الوقف، فصل فی أحکام المساجد: ۵/۴۱۸، رشیدیه)

"ولا تجوز إعارة أدواته لمسجد آخر". (الأشباه والنظائر، القول فی أحکام المسجد: ۴/۶۳، إدارة القرآن کراچی)

الجواب حامداًومصلیاً:

مسجد میں مائک پراعلان کرنے کا روپیہ لینا درست نہیں (۱)۔فقط۔

املاہ العبد محمود غفرلہ۱۳/۹/۹۹ھ۔

مسجد کے مائک سے مسجد میں پیسہ دینے والے کا اعلان

سوال[۷۲۱۲]: ۱......مسجد میں چندہ دینے والوں کا نام اگر لاؤڈ اسپیکر پرلیا جائے تا کہ دوسروں کو بھی رغبت ہواور مسجد کو پیسہ کی سخت ضرورت بھی ہوتو جائز ہے یانہیں؟

فیس دیکر مسجد کے مائک سے اپنا اعلان کرانا

سوال[۷۲۱۳]: ۲......گاؤں کے لوگ اگر اپنی کسی چیز کی بابت مسجد میں لاؤڈ اسپیکر پراعلان کرائیں جب کہ مسجد کی کمیٹی اعلان کرانے کی فیس لیتی ہوتو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

۱......اہل مسجد کواس کے استعمال پر معاوضہ لینا درست ہے،دینے والا رضامندی سے معاوضہ دیتا ہے تونفسِ استعمال لاؤڈ اسپیکر کے معاوضہ میں مضائقہ نہیں (۲)،لیکن اعلان کرانے والے کا اگر مقصد یہ ہے کہ میرا نام سب کومعلوم ہوجائے کہ اس نے اتنا پیسہ دیا ہےتو یہ مقصد غلط ہے،شہرت اور ناموری کی نیت سے مسجد میں

---

(۱) "و لا یجوز أخذ الأجرة منه، ولا أن یجعل شیئاً منه مستغلاً ولا سکنی. بزازیة". (الدرالمختار). "لو احتاج المسجد إلی نفقة، تؤجر قطعةٌ منه بقدر ما ینفق علیه، بأنه غیر صحیح". (ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب فی أحکام المسجد: ۳۵۸/۴، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الوقف: ۳۳۹/۵، رشیدیه)

(۲) "رجل استأجر حجرةً موقوفةً من أوقاف المسجد، فکسر فیها الحطب بالقدوم، والجیرانُ لا یرضون بذلک، والمتولی یرضی به، قالوا: إن کان من ذلک ضرر بین بالحجرة مثل ضرر القصار والحداد، والمتولی یجد من یستأجرها بتلک الأجرة، کان علی المتولی أن یمنعه من ذلک، فإن لم یمتنع أخرجه من الحجرة یؤاجرها من غیره". (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، فصل فی إجارة الوقف: ۳۱۳/۲، رشیدیه)

پیسہ دینا اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں (۱)۔

۲......درست ہے۔

تنبیہ: اس کا خیال رہے کہ مسجد کو کمائی کی جگہ اور کمائی کا ذریعہ نہ بنائیں، مسجد سے علیحدہ اس کا انتظام کرلیا جائے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۵/۹۵ھ۔

مسجد کے مائک سے ترغیب کے لئے چندہ دینے والے کے ناموں کا اعلان

سوال[۷۲۱۴]: ایک شخص نے مسجد میں مائک وقف کیا، اور اس کی نیت یہ ہے کہ اس سے مسجد کی ضروریات پوری کی جائیں۔اب مسجد کے اندر ایک بڑا کام شروع کیا جا رہا ہے، مثلاً: فرش بنوانا، یا بوسیدہ دیوار کا صحیح کرانا۔ظاہر ہے کہ ایسے کاموں کے لئے کافی رقم کی ضرورت پڑتی ہے، لہٰذا اہم کارکنان کے مشورہ سے یہ اسکیم جاری کی ہے کہ مائک سے یہ اعلان کردیا جائے اور جس کی جتنی ہمت ہو وہ آکر دیتا رہے، اس میں بچے اور عورتیں اور بڑے آدمی سبھی دیتے ہیں اور دینے والوں کے نام مائیک سے بول دیئے جاتے ہیں: فقط اس نیت سے کہ دوسروں کو رغبت پیدا ہو اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں دینے کی توفیق ہو، مثلاً: اس طرح بول دیتے ہیں کہ:

> ''زید نے پانچ روپے، یا عمر نے دس روپے دیئے، یا فاطمہ نے اپنے والد ماجد کی طرف سے بیس روپے دیئے، یا کسی نے اپنے مرحوم والد کی طرف سے دس روپے دیئے''۔

---

(۱) ''عن أبي سعيد بن أبي فضالة رضي الله تعالیٰ عنه عن رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال: ''إذا جمع الله الناس يوم القيامة ليومٍ لاريب فيه، نادیٰ منادٍ: من كان أشرك في عمل عمله لله أحداً، فليطالب ثوابه من عند غير الله، فإن الله أغنیٰ الشركاء عن الشرك''. رواه أحمد''. (مشكوة المصابيح، كتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة، ص: ۴۵۴، قديمي)

''عن سلمة قال: سمعت جندباً رضي الله تعالیٰ عنه يقول: قال النبي صلی الله تعالیٰ عليه وسلم ولم أسمع أحداً يقول: قال النبي صلی الله تعالیٰ عليه وسلم ''من سمّع سمّع الله به، ومن يراء يراء ی الله به''. (صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة: ۲/۹۶۲، قديمي)

اس طریقہ پر نام بولنا اور اعلان کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس طرح اعلان کرنے میں ترغیب بھی اور مفسدہ بھی ہے۔ ترغیب تو ظاہر ہے، مفسدہ دو طرح ہے: ایک اس طرح کہ اس نام بنام اعلان کی وجہ سے لوگ تعریف کریں گے، اس تعریف کی وجہ سے بعض لوگ چندہ دیں گے تا کہ ہمارا نام بھی بولا جائے اور لوگ سن کر ہماری بھی تعریف کریں گے، سو یہ نیت اخلاص کے خلاف ہے جس سے ثواب ضائع ہو جاتا ہے(۱)۔ دوسرے اس طرح مفسدہ ہے کہ جس نے چندہ کم دیا ہے اس کو شرمندگی ہوگی اور لوگ اس کو حقارت کی نظر سے دیکھیں گے، عار دلائیں گے، یہ ناجائز ہے، اس لئے اعلان کی یہ صورت قابلِ احتراز ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۶/۱/۱۶ھ۔

---

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين﴾: أى جاعلين أنفسهم خالصةً له تعالىٰ فى الدين". (روح المعانى، سورة البينة: ۲۰۴/۳۰، دار إحياء التراث العربى، بيروت)

اور ریا و نمود مذموم ہے: "عن أبى سعيد بن أبى فضالة رضى الله تعالىٰ عنه، عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إذا جمع الله الناس يوم القيامة ليومٍ لاريب فيه، نادىٰ منادٍ: من كان أشرك فى عمل عمله لله أحداً، فليطالب ثوابه من عند غير الله، فإن الله أغنىٰ الشركاء عن الشرك". رواه أحمد". (مشكوة المصابيح، باب الرياء والسمعة، ص: ۴۵۴، قديمى)

"عن سلمة قال: سمعت جندباً رضى الله تعالىٰ عنه يقول: قال النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم -ولم أسمع أحداً يقول: قال النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم- "من سمّع سمّع الله به، ومن يراء ى يراء الله به". (صحيح البخارى، كتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة: ۹۶۲/۲، قديمى)

(۲) "عن أبى وائل عن أبى مسعود قال: أمرنا بالصدقة، قال: كنا نحامل، قال: فتصدق أبو عقيل بنصف صاع، قال: وجاء إنسان بشئ أكثر منه، فقال المنافقون: إن الله لغنى عن صدقة هذا، ومافعل هذا الأخر إلارياء، فنزلت: ﴿الذين يلمزون المطوعين من المؤمنين فى الصدقات والذين لايجدون إلاجهدهم﴾ وهم يلفظ بشر بالمطوعين". (الصحيح لمسلم، كتاب الزكوة، باب الحمل بأجرة يتصدق بها والنهى الشديد عن تنقيص التصدق بقليل: ۳۲۷/۱، قديمى)

مسجد کے مائک سے دوسرے اعلان

سوال[۷۲۱۵] : ۱...... مسجد کے حجرے میں حدودِ مسجد سے باہر بغرضِ اذان مائک ہے، بعض اشخاص آ کر یہ اعلان کراتے ہیں کہ ہمارا بچہ گم ہوگیا ہے اس کا اعلان کرو۔ کیا یہ جائز ہے؟ اوران سے کچھ معاوضہ لے کر مسجد میں جمع کردیا جائے۔

۲...... یا یہ اعلان کیا جائے کہ فلاں شخص کا انتقال ہوگیا ہے، فلاں جگہ اور فلاں وقت نماز جنازہ ہوگی۔ کیا یہ جائز ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

۱،۲...... جو مائک اذان کے لئے ہے اس میں دوسرے اعلانات نہ کئے جائیں، نہ معاوضہ لیکر، نہ بلا معاوضہ(۱)۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۴/۱۴۰۱ھ۔



(۱)"ثم السراج والبساط كذلك إلى آخر المصالح، هذا إذا لم يكن معيناً، فإن كان الوقف معيناً على شيء يصرف إليه". (رد المحتار، كتاب الوقف، مطلب يبدأ بعد العمارة بما هو أقرب إليها: ۴/۳۶۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الوقف، فصل في أحكام المساجد: ۵/۴۱۸، رشيديه)

"و لا يجوز أخذ الأجرة منه ولا أن يجعل شيئاً منه مستغلاً ولا سكنى، بزازية". (الدرالمختار).

"لو احتاج المسجد إلى نفقة، تؤجر قطعةٌ منه بقدر ما ينفق عليه، بأنه غير صحيح". (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب في أحكام المسجد: ۴/۳۵۸، سعيد)

"ولا تجوز إعارة أدواته لمسجد آخر، ولا يشتغل المسجد بالمتاع". (الأشباه والنظائر، القول في أحكام المسجد: ۴/۶۳، إدارة القرآن كراچی)

الفصل الرابع عشر فی صرف مال المسجد فی غیرہ

(مسجد کے پیسے کا دوسری جگہ استعمال کرنے کا بیان)

مسجد کی آمدنی سے مدرسہ قائم کرنا

سوال[۷۲۱۶]: ایک کثیرالاوقاف جامع مسجد ہواور واقف سے کچھ شرائط منقول نہ ہوں، آمد مصارف سے بہت زیادہ ہواور شکست وریخت مسجد کے لئے روپیہ جمع وموجود ہواور زیادہ روپیہ جمع رہتے ہیں تو کیاان اوقاف مسجد کی زائد آمدنی کوتعلیمِ دین اور تبلیغِ اسلام اور تدریسِ علوم شرعیہ پرصرف کرسکتے ہیں؟

از دار العلوم پشاور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں اگر مسجد کی آمدنی کا روپیہ زیادہ، صرف کم اور اتنا روپیہ ہر وقت موجود رہتا ہے کہ شکست وریخت وغیرہ بسہولت پوری ہوسکے اور روپیہ جمع رہنے میں خیانت کا قوی اندیشہ ہوتو اس روپے سے مسجد کے لئے جائیداد، دوکانیں، زمین وغیرہ خرید لی جائیں، اگر اس میں دشواری ہواور یا روپیہ جائیداد خریدنے کے بعد بھی زائد بچ رہے تو پھراسی مسجد میں دینی مدرسہ قائم کرلیا جائے تاکہ مسجد کی آبادی میں ترقی ہو، کیونکہ آبادی کو ترقی دینا مسجد کی بڑی مصلحت ہے:

"الفاضل من وقف المسجد هل يصرف إلى الفقراء؟ قيل: لايصرف، وإنه صحيح، ولكن يشترى به مستغلاً للمسجد، كذا في المحيط". عالمگیری: ۱۰۳٦/۲(۱)۔

"الذی يبدأمن ارتفاع الوقف عمارته، شَرَطَ الواقف أم لا، ثم إلى ماهو أقرب إلى

---

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد الخ، الفصل الثانی فی الوقف على المسجد وتصرف القيم، الخ: ۴٦۳/۲، رشيديه)

العمارة أعم للمصلحة کالإمام للمسجد والمدرس للمدرسة"۔ عالمگیری: ۲/۵٦۷(۱)۔

اگر یہ بھی دشوار ہوتو اقرب مسجد میں صرف کیا جاسکتا ہے(۲)۔

محمود گنگوہی، ۱٦/۴/۵۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۲۹/ربیع الثانی/۵۳ھ۔

مسجد کی آمدنی سے مدرسہ بنانا

سوال[۷۲۱۷]: مسجد کی آمدنی سے مدرسہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسجد کی آمدنی سے مدرسہ بنانا جائز نہیں (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۰/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۱۰/۹۰ھ۔

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الوقف، الباب الثالث في المصارف: ۲/۳٦۸، رشیدیه)

"ویبدأ من غلته بعمارته، ثم ما هو أقرب لعمارته، کإمام مسجد ومدرس مدرسة یعطون بقدر کفایتهم". (الدرالمختار، کتاب الوقف: ۴/۳٦٦، ۳٦۷، سعید)

(وکذا في البحرالرائق، کتاب الوقف: ۵/۳۵٦، رشیدیه)

(۲) "الرباط والبئر إذا لم ینتفع بهما، فیصرف وقف المسجد والرباط والبئر والحوض إلی أقرب المسجد أو رباط أو بئر أوحوض". (تنویر الأبصار مع الدرالمختار، کتاب الوقف: ۴/۳۵۹، سعید)

"وفي شرح الملتقی: یصرف وقفها لأقرب مجانس لها". (ردالمحتار، المصدر السابق)

(۳) "وإن اختلف أحدهما بأن بنی رجلان مسجدین أو رجل مسجداً ومدرسةً، ووقف علیهما أو قافاً، لایجوز له ذلک". (الدرالمختار). "ای الصرف المذکور .... ومن اختلاف الجهة ما إذا کان الوقف منزلین أحدهما للسکنی والآخر للاستغلال، فلا یصرف أحدهما للآخر، وهي واقعة الفتویٰ، اهـ". (ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب في نقل أنقاض المسجد ونحوه: ۴/۳٦۰، ۳٦۱، سعید)

(وکذا في البحر الرائق، کتاب الوقف: ۵/۳٦۲، رشیدیه)

مسجد کی آمدنی سے مدرسہ میں چندہ دینا

سوال[۷۲۱۸]: یہاں ایک مسجد کی عمارت میں اس محلّہ کا ایک مدرسہ قائم ہے،جس کے اخراجات اہلِ محلّہ اور منتظمینِ مدرسہ ہر سال ڈیڑھ ہزار دو ہزار روپیہ کا چندہ کرکے پورا کرتے ہیں،محلّہ کی مذکورہ مسجد کی آمدنی تقریباً نو دس ہزار روپے بینک میں جمع ہیں جو مسجد کے حالیہ اور مستقبل کے متوقع ضروریات سے فاضل ہے،اس لئے مسجد کے منتظمین اس مسجد کی عمارت میں جاری محلّہ کے مذکورہ مدرسہ میں امداد کے طور پر سالانہ تین سو روپیہ کی رقم اس مسجد کی آمدنی سے دیتے ہیں۔اگر یہ تین سو روپیہ کی رقم بند کردی جائے تو ڈیڑھ دو ہزار سے زیادہ چندہ نہ ہونے کی وجہ سے مدرسہ کے اخراجات پورے نہیں ہو سکتے اور مدرسہ کا نظم لازمی طور پر متاثر ہوگا،لہٰذا ایسی صورت پر مسجد کی فاضل رقم سے مدرسہ کی اس امداد کی شرعاً اجازت وگنجائش ہے کہ نہیں؟ فقط۔

مصلح الدین بڑودہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اوقاف مسجد میں مدرسہ چلانے کے لئے کوئی مد مقرر نہیں کیا،بلکہ محض مسجد کے مصالح کے لئے وہ اوقاف ہیں تو اس کی آمدنی سے مدرسہ میں خرچ کرنے کی اجازت نہیں(۱)"لأن شرط الواقف كنص الشارع". كذا في كتب الفقه(۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ،دار العلوم دیوبند،۱۰/۱۰/۸۷ھ۔

الجواب صحیح:بندہ محمد نظام الدین،دار العلوم دیوبند،۱۰/۱۰/۸۷ھ۔

---

(۱) "وإن اختلف أحدهما بأن بنى رجلان مسجدين أو رجل مسجداً ومدرسةً، ووقف عليها أوقافاً، لا يجوز له ذلك". (الدر المختار) "(قوله: لا يجوز له ذلك): أى الصرف المذكور ....قال الخير الرملي: أقول: ومن اختلاف الجهة ما إذا كان الوقف منزلين: أحدهما للسكنى والآخر للاستغلال، فلا يصرف أحدهما للآخر، وهي واقعة الفتوى، اهـ". (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب في نقل أنقاض المسجد ونحوه: ۳۶۰/۴، ۳۶۱، سعيد)

(۲) (الدر المختار، كتاب الوقف: ۴۳۳/۴، ۴۳۴، سعيد)

"شرط الواقف كنص الشارع: أى في وجوب العمل به، وفي المفهوم والدلالة". (الأشباه =

مسجد کا روپیہ مدرسہ میں خرچ کرنا

سوال[۷۲۱۹]: زید ایک زمین کا مالک تھا، لیکن وہ زمین مسجد کے نام وقف تھی، اس کا کرایہ ایک مدت تک مسجد کو ملتا رہا ہے، لیکن موقع پر آکر کرایہ دار سے وہ مکان خالی کرایا گیا ہے۔ کارکنانِ مسجد جو اس مکان کا کرایہ وصول کر کے مصارف مسجد میں صرف کیا کرتے تھے انہوں نے زید سے خالی کرا کے زمین مدرسہ تعمیر کرنے کے لئے کارکنانِ مسجد کو بلا کسی معاوضہ کے دیدی، اب کارکنانِ مسجد نے اس زمین پر کچھ چندہ وصول کر کے اور زیادہ تر مسجد کی دیگر آمدنی سے مدرسہ تعمیر کیا ہے۔

اب دریافت طلب یہ ہے کہ زید نے جو زمین مدرسہ کے لئے وقف کی ہے اس پر مسجد کی دیگر آمدنی کا پیسہ مدرسہ کی تعمیر میں صرف کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور مسجد کی تعمیر کا پیسہ مدرسہ کی تعمیر میں صرف کر دیا ہو تو کارکنانِ مسجد کا کہنا ہے کہ یہ مدرسہ بھی تو مسجد ہی کا ہے، آیا ایسا کوئی مدرسہ ہے جس کی تعمیر یا مصارف میں کسی مسجد کی وقف شدہ زمین کا پیسہ صرف کیا جا رہا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسجد کی آمدنی کا پیسہ مسجد ہی میں خرچ کرنا لازم ہے(۱)، مدرسہ وغیرہ کی تعمیر، یا دیگر ضروریات میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے، جنہوں نے وہ پیسہ مدرسہ میں خرچ کیا ہے وہ ذمہ دار ہیں۔ مسجد بھی خدا کی ہے اور مدرسہ بھی خدا کا ہے، مگر ایک کی آمدنی دوسرے کی آمدنی میں خرچ کرنا جائز نہیں، جس طرح ایک مسجد کی آمدنی دوسری مسجد میں خرچ

= والنظائر، کتاب الوقف، الفن الثانی، الفوائد: ۱۰۶/۲، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب الوقف: ۲۰۸/۲، مکتبہ غفاریہ کوئٹہ)

(وکذا فی تنقیح الفتاوی الحامدیة، کتاب الوقف: ۱۲۶/۱، مکتبہ میمنیہ مصر)

(۱) "والذی یبتدأ به من ارتفاع الوقف عمارته شرط الواقف أولا، ثم ماهو أقرب إلی العمارة وأعم للمصلحة کالإمام للمسجد". (البحر الرائق، کتاب الوقف: ۳۵۶/۵، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الوقف: ۳۶۶/۴، ۳۶۷، سعید)

(وکذا فی النهر الفائق، کتاب الوقف: ۳۲۲/۳، إمدادیہ ملتان)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الوقف، الباب الثالث فی المصارف: ۳۶۸/۲، رشیدیہ)

کرنا جائز نہیں، ایک مدرسہ کی آمدنی دوسرے مدرسہ میں خرچ کرنا جائز نہیں ہے، ورنہ سب نظام گڑبڑ ہوجائے گا:

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: "اتحد الواقف والجهة، وقلّ مرسوم بعض الموقوف عليه، جاز للحاكم أن يصرف من فاضل الوقف الآخر عليه؛ لأنها حينئذٍ كشيء واحد. وإن اختلف أحدهما بأن بنى رجلان مسجدين أو رجل مسجداً ومدرسةً، ووقف عليهما أوقافاً، لايجوزله ذلك، الخ". درمختار(۱)۔

لیکن اگر مدرسہ اصل ہواور اس کے ہی لئے مسجد بنائی جائے تو مسجد کے اخراجات مدرسہ سے پورے کئے جائیں گے۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۵/۹۰ھ۔

مسجد کی آمدنی مدرسہ پرصَرف کرنا

سوال[۷۲۲۰]: مسجد کی آمدنی تقریباً دو ہزار روپے سالانہ ہے، مگر اس رقم کو منتظمین مدرسہ کے اخراجات یا دیگر اخراجات میں صَرف کردیتے ہیں، مسجد کی مرمت، روشنی کا بل اور دوسرے کام چندہ وغیرہ اور چرم قربانی سے کرتے ہیں۔اس طرح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ صورت جائز نہیں، مسجد کی آمدنی مدرسہ میں خرچ نہ کی جائے، قیمتِ چرم قربانی، تنخواہ یا مرمت یا مسجد کی لائٹ میں خرچ کرنا درست نہیں (۲)، ایسا کرنے سے اتنی مقدار کا ضمان لازم ہوگا (۳)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۳/۹۵ھ۔

---

(۱) (الدرالمختار، كتاب الوقف: ۴/۳۶۰، سعيد)

"قال الخير الرملي: أقول: ومن اختلاف الجهة ما إذا كان الوقف منزلين: أحدهما للسكنى والآخر للاستغلال، فلايصرف أحدهما للآخر، وهي واقعة الفتوى، اهـ". (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب في نقل أنقاض المسجد ونحوه: ۴/۳۶۱، سعيد)

(۲) (راجع الحاشية المتقدمة)

(۳) حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب فرماتے ہیں "صورت مسئولہ میں قربانی تو جائز ہوگئی لیکن کھال کو بیچنے کے بعد اس =

ورکنگ کمیٹی کا مسجد کے فنڈ سے قرض لے کر مدرسہ میں خرچ کرنا

سوال[۷۲۲۱]: مذکورہ بالا ادارہ کی ورکنگ کمیٹی میں ایک ایسی جامع مسجد جو مدرسے کا انتظام کرتی ہے جو مدرسہ سے متصل ہے، اوراس مسجد کی آمدنی کچھ وقف سی ہے، اور کچھ مسجد کی دو کانوں کے کرایہ سے۔تو کیا یہ کمیٹی مُجاز ہے کہ اگر مدرسہ کے فنڈ میں روپیہ نہ ہوتو مسجد سے قرض لے کر مدرسین کی تنخواہ وغیرہ میں صَرف کرے، نیز جورقم قرض کے نام سے مسجد سے لی جائے وہ واجب الادا ہوگی یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مسجد کے روپے سے قرض لے کر مدرسہ میں خرچ کرنے کی اجازت نہیں، مسجد کا روپیہ امانت ہے، اس میں تصرف کا حق نہیں، جورقم اس طرح لے گئی ہواس کوجلد ازجلد واپس کیا جائے (۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مسجد و مدرسہ کی رقوم بطورِ قرض ایک دوسرے میں صرف کرنا

سوال[۷۲۲۲]: ضرورت ہوتو مسجد کی رقم مدرسہ میں اور مدرسہ کی رقم مسجد میں بطورِ قرض لے کر استعمال کی جاسکتی ہے یانہیں؟

= کی قیمت صدقہ کرنا واجب ہے اوراس کے مصرف وہی لوگ ہیں جو زکوۃ کے مصرف ہیں، جن لوگوں نے کھال کی قیمت کا اپنا حصہ غیرمصرف میں صرف کیا ہے گناہ گار ہوں گے"۔(کفایت المفتی، چرمِ قربانی کے مصارف: ۲۱۹/۸، دارالاشاعت)

(۱) "والوديعة لاتودع ولاتعار ولاتواجر ولا ترهن، وإن فعل شيئاً منها، ضمن". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الوديعة، الباب الأول: ۳۳۸/۴، رشيديه)

"مع أن القيّم ليس له إقراض مال .... فلو أقرضه ضمن، وكذا المستقرض". (البحر الرائق، كتاب الوقف: ۴۰۱/۵، رشيديه)

"ومن اختلاف الجهة ما إذا كان الوقف منزلين: أحدهما للسكنى والآخر للاستغلال، فلا يصرف أحدهما للآخر، وهى واقعة الفتوىٰ، اهـ". (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب فى نقل أنقاض المسجد ونحوه: ۳۶۱/۴، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر قرض وصول ہونے پر اعتماد ہو، ضائع ہونے کا احتمال نہ ہو تو منتظمہ کمیٹی کے مشورہ سے درست ہے:

"للمتولی إقراض مال المسجد بأمر القاضی، ۱ھ". شامی: ٤/٤٠٣(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

مسجد ومدرسہ کی زائد آمدنی دوسری مسجد ومدرسہ میں خرچ کرنا

سوال[۷۲۲۳]: ایک مسجد اور اس سے متعلق مدرسہ کے لئے بہت سی جائیداد وقف ہے جن سے کافی آمدنی ہوتی ہے، وہ آمدنی ان کے اخراجات سے بہت زیادہ ہے تو کیا اس آمدنی کو کسی اور مصرفِ خیر میں صرف کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر آمدنی زائد جس کی نہ فی الحال ضرورت ہے، نہ مستقبل میں ضرورت کا اندازہ ہے اور تحفظ کی کوئی قابلِ اطمینان صورت نہیں، تو دوسری مسجد اور دوسرے دینی مدرسہ میں حسبِ ضرورت ووسعت صرف کرنا درست ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۲/۲۹ھ۔

---

(۱) لم أجد

"لایملک استدانة إلابأمر القاضی". (ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب فی إنفاق الناظر الخ: ۴/۴۴۰، سعید)

"مع أن القیم لیس له إقراض مال المسجد". (البحر الرائق، کتاب الوقف: ۵/۴۰۱، رشیدیه)

"وأما إقراض ما فضل من الوقف، قال فی وصایا النوازل: رجوت أن یکون ذلک واسعاً إذاکان ذلک أحرز للغلة من إمساکه، فإن فضل من غلته، فصرف الفضل إلی حوائجه علی أن یرده إذا احتاج إلی العمارة، قال: لایفعل ذلک ویتنزه غایة التنزه، فإن فعل مع ذلک، ثم أنفق فیه، رجوتُ أن ذلک یبرأه عما وجب علیه". (خلاصة الفتاوی، کتاب الوقف، الفصل الرابع فی المسجد وأوقافه، الخ: ۴/۴۲۳، رشیدیه)

(۲) "والذی ینبغی متابعة المشایخ المذکورین فی جواز النقل بلافرق بین مسجد أو حوض، کما أفتی به =

ایک مسجد کا روپیہ دوسری مسجد میں صرف کرنا

سوال[۷۲۲۴]: ایک گاؤں میں جامع مسجد ہے اوراس کی آمدنی مسجد کے خرچ کے علاوہ ہے، اس کو کون سی کون سی جگہ خرچ کر سکتے ہیں؟ اوراس مسجد کے کئی لاکھ روپے بینک میں فضول پڑے ہوئے ہیں۔ عرض یہ ہے کہ اس روپیہ میں سے کسی غریب کی مدد کر سکتے ہیں یا نہیں، یا دوسری مسجد کی مدد کر سکتے ہیں یا نہیں، یا صرف اسی مسجد میں صرف کرے، یا اَور کارِ خیر میں صرف کر سکتے ہیں؟ کتاب کے حوالہ کے ساتھ مہربانی کر کے مسئلہ کا جواب عنایت فرمادیں۔ یا اگر مسلمان بچوں کو اس مسجد کی آمدنی میں دنیوی یا دینی تعلیم اور دنیاوی تعلیم میں انگریزی، گجراتی، اردو کی تعلیم میں خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلياً:

جس وقف کی وہ آمدنی ہے، اس کا وقف نامہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ واقف نے کس کس کام میں صرف کرنے کی اجازت دی ہے، ایک مسجد کے لئے مخصوص طور پر جو وقف ہو اس کی آمدنی دوسری مسجد میں صرف کرنا جائز نہیں (۱)، لیکن مسجد کی آبادی کے لئے مسجد سے متعلق مدرسہ دینی قائم کرنا شرعاً درست ہے کہ یہ بھی مصالحِ مسجد میں سے ہے، هكذا يفهم مما في البحر الرائق: ۵/۲۱۵ (۲)۔

= الإمام أبو شجاع والإمام الحلواني -وكفى بهما قدوةً-، ولاسيما في زماننا، فإن المسجد أو غيره من رباط أو حوض إذا لم ينقل، يأخذ أنقاضه اللصوص والمتغلبون كما هو مشاهد، وكذلك أوقافه يأكلها النظار أو غيرهم، ويلزم من عدم النقل خراب المسجد الآخر المحتاج إلى النقل إليه".
(ردالمحتار، كتاب الوقف مطلب في أنقاض المسجد ونحوه: ۳۶۰/۴، سعيد)
(وكذا في الدرالمختار، كتاب الصلاة، مطلب كلمةً لابأس" دليل على أن المستحب غيره، الخ: ۶۵۸/۱، سعيد)

(۱) "فإن كان الوقف معيناً على شيء، يصرف إليه بعدعمارة البناء، اهـ". (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب: يبدأ بعد العمارة بماهو أقرب إليها: ۳۶۷/۴، سعيد)
(وكذا في منحة الخالق على البحرالرائق، كتاب الوقف: ۳۵۷/۵، رشيديه)
(۲) "أي مصالح المسجد، فيدخل المؤذن والناظر؛ لأنا قدمنا أنهم من المصالح، وقدمنا أن الخطيب داخل تحت الإمام؛ لأنه إمام الجامع، فتحصل أن الشعائر التي تقدم في الصرف مطلقاً بعد العمارة: =

دنیوی تعلیم مصالحِ مسجد میں سے نہیں اس میں خرچ کرنا درست نہیں (۱)، دینی تعلیم خواہ قرآن کریم کی تعلیم ہو خواہ مسائلِ شرعیہ کی تعلیم ہو اور پھر چاہے عربی زبان میں ہو، چاہے اردو میں، چاہے گجراتی زبان میں ہو سب کا حکم ایک ہے۔

تنبیہ (☆): چھوٹے گاؤں میں حنفیہ کے نزدیک جمعہ درست نہیں بلکہ ظہر کی نماز فرض ہے (۲)، جو گاؤں بڑا ہو اور اپنی آبادی اور دیگر ضروریاتِ روزمرہ کے اعتبار سے قصبہ کے مثل ہو جس میں تین چار ہزار آدمی رہتے ہوں وہاں جمعہ درست ہے (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد، الجواب صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

ایک مسجد کا روپیہ دوسری مسجد میں لگانا

سوال [۷۲۲۵]: ایک گاؤں میں دو مسجدیں ہیں: ایک امیر ہے دوسری غریب۔ امیر مسجد میں برسوں تک کوئی ضروری کام تعمیری بھی نہیں، اس کے برعکس دوسری غریب مسجد کا پلاستر بھی ہونا باقی ہے، فرش بھی نامکمل ہے، تو کیا امیر مسجد کا روپیہ دوسری غریب مسجد میں لگا سکتے ہیں؟

= الإمام والخطيب والمدرس والوقاد والفراش والمؤذن والناظر وثمن القناديل والزيت والحصر". (البحر الرائق، كتاب الوقف: ۵/۳۵۹، رشيديه)

(۱) "وإن اختلف أحد همابأن بنى رجلان مسجدين أو رجل مسجداً ومدرسةً، ووقف عليها أوقافاً، لايجوز له ذلك". (الدر المختار). "(قوله: لايجوز له ذلك): أى الصرف المذكور". (ردالمحتار، كتاب الوقف: ۴/۳۶۰، ۳۶۱، سعيد)

(☆) "تنبیہ" کے اس عنوان کا تعلق بظاہر نہ تو سوال سے ہے اور نہ ہی جواب سے، اصل نسخہ کی مراجعت کے بعد سیاق وسباق میں بھی کوئی اس قسم کا مسئلہ نہیں ہے، ممکن ہے اصل استفتاء میں کئی سوالات ہوں، ان میں سے ایک سوال میں جمعہ فی القریٰ سے متعلق کچھ اشارہ ہو، حضرت نے آخر میں بطورِ تنبیہ ارشاد فرمایا ہو، یہ سوال اصل نسخہ کے مطابق: ۱/۱۸۵ پر ہے۔ (مصحح)۔

(۲) "وفيما ذكرنا إشارة إلى أنه لا تجوز في الصغيرة التى ليس فيها قاض ومنبر وخطيب، كما فى المضمرات". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب الجمعة: ۲/۱۳۸، سعيد)

(۳) "تقع فرضاً فى القصبات والقرى الكبيرة التى فيها أسواق". (ردالمحتار، المصدر السابق)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ روپیہ چندہ کا ہے تو چندہ دینے والوں کی رائے واجازت سے غریب مسجد میں صَرف کرنا شرعاً درست ہے(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۳/۱۹ھ۔

مسجد قدیم کی آمدنی مسجد جدید پرخرچ کرنا

سوال[۷۲۲٦]: پہلی مسجد کی آمدنی منقولہ مسجد میں خرچ کرنا جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پہلی مسجد جب غیرآباد ہوگئی تو اس جگہ کی حفاظت کردی جائے اوراس کی آمدنی کودوسری منقولہ مسجد میں صرف کیا جائے (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور، ۵۸/۵/۲۰ھ۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ۔

صحیح:عبداللطیف، مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور، ۵۸/۵/۲۱ھ۔

---

(۱) "وعن الثاني: ينقل إلى مسجد آخر بإذن القاضي .... حشيش المسجد وحصره مع الاستغناء عنهما، وكذا الرباط والبئر إذا لم ينتفع بهما، فيصرف وقف المسجد والرباط والبئر والحوض إلى أقرب مسجد أو رباط أو بئر أو حوض". (الدرالمختار، كتاب الوقف: ۳۵۹/۴، سعيد)

"وسئل شمس الأئمة الحلواني عن مسجد أوحوض خرب، ولايحتاج إليه لتفرق الناس: هل للقاضي أن يصرف أوقافه إلى مسجد آخر أو حوض آخر؟ فقال: نعم". (التاتارخانية، كتاب الوقف، الفصل الرابع والعشرون في الأوقات التي يستغني عنهما : ۸۷۷/۵، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الثالث عشر في الأوقاف التي يستغني عنها، الخ: ۴۷۸/۲، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب فيما لوخرب المسجد أو غيره: ۳۵۹/۴، سعيد)

(۲) "عن شمس الأئمةالحلواني أنه سئل عن مسجد أو حوض خرب، ولايحتاج إليه لتفرق الناس عنه: هل للقاضي أن يصرف أوقافه إلى مسجد أو حوض آخر؟ فقال: نعم". (ردالمحتار، كتاب الوقف، =

ایک مسجد کی رقم دوسری مسجد میں صَرف کرنا

سوال[۷۲۲۷]: کسی نے روپیہ کسی مسجد میں لگانے کا ارادہ کیا پھر وہ دوسری مسجد میں اس روپیہ کو لگانے کا ارادہ کرتا ہے۔ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دوسری مسجد میں زیادہ احتیاج ہے تو لگا سکتا ہے، اگر دوسری مسجد میں زیادہ احتیاج نہیں ہے تو بہتر یہ ہے کہ پہلی ہی مسجد میں لگائے، گو جائز دوسری مسجد میں لگانا بھی ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی۔

صحیح: عبداللطیف، ۸/محرم الحرام/۵۴ھ۔

ایک مسجد کا روپیہ دوسری مسجد کے لئے قرض دینا

سوال[۷۲۲۸]: ہمارے گاؤں کی مساجد کے ٹرسٹ الگ الگ ہیں، ایک مسجد میں بالکل پیسہ نہیں

= مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره: ۳۵۹/۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الوقف، فصل في أحكام المساجد: ۴۲۲/۵، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الوقف، أحكام المسجد: ۲۳۷/۶، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الثالث عشر في الأوقاف التي يستغنى عنها، الخ: ۴۷۸/۲، رشيديه)

(۱) "كل يتصرف في ملكه كيف شاء". (شرح المجلة لسليم رستم باز، الفصل الأول في بعض قواعد في أحكام الأملاك: ۶۵۴/۱، (رقم المادة: ۱۱۹۲)، مكتبه حنفيه كوئٹه)

"لأن الملك ما من شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص". (ردالمحتار، كتاب البيوع، مطلب في تعريف المال والملك والمتقوم: ۵۰۲/۴، سعيد)

"سئل أبو القاسم عمن اشترى الدهن أو الحصير للمسجد: أيهما أفضل؟ قال: هما سواء، فقال الفقيه أبو الليث: إن كان المسجد محتاجاً إلى أحدهما فشراؤه أفضل، وإن كان سواء في الحاجة إليهما، كانا في الثواب والأجر سواء أيضاً". (التاتارخانية، كتاب الوقف، مسائل وقف المساجد: ۸۵۱/۵، إدارة القرآن كراچى)

ہے تو دوسری مسجد کے وقف سے اس کا خرچ چلا سکتے ہیں یا قرض لے سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

متولی باہمی مشورہ سے ایک وقف سے دوسرے وقف کو بطورِ قرض حسب ضرورت رقم دے سکتے ہیں، پھر اس کی واپسی ضروری ہے:

"يجب عليه أن يجعل لكل نوع منها بيتاً يخصه ولا يخلط بعضه ببعض، وأنه إذا احتاج إلى مصرف خزانة، وليس فيها ما يفي به، يستقرض من خزانة غيرها، ثم إذا حصل التي استقرض بها مال، يؤدي إلى المستقرض". ردالمحتار: ۲/۵۷(۱)۔

یہ اس وقت ہے جب کہ متولی مشترک ہو، یا کوئی منتظمہ کمیٹی مشترک ہو کہ وہ سب اوقاف کا انتظام کرتی ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۱/۲۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۱/۲۱ھ۔

ایک مسجد کی آمدنی دیگر مساجد پر صَرف کرنا

سوال[۷۲۲۹]: ہمارے شہر میں ایک مسجد شاہی وقت کی ہے اور عرصہ سے ایک رجسٹرڈ انتظامیہ کمیٹی کے زیرِ نگرانی ہے اور شہر کی چھ مسجدیں اور ایک مسجد دیہات کی بھی اسی کمیٹی کے زیرِ انتظام ہے، ان مساجد کی آمدنی میں تین قسم کی جائیدادیں ہیں:

۱-مسجد سے ملحق کوٹھریاں اور دوکانیں۔ ۲-موقوفہ مکانات۔ ۳-مسجد کی آمدنی سے خرید کردہ مکانات۔

---

(۱) (ردالمحتار، كتاب الزكوة، باب العشر، مطلب في بيان بيوت المال ومصارفها: ۲/۳۳۷، سعيد)

"وعلى الإمام أن يجعل لكل نوع من هذه الأنواع بيتاً ليخصه ولا يخلط بعضه ببعض؛ لأن لكل نوع حكماً يختص به، فإن لم يكن في بعضها شيء، فللإمام أن يستقرض عليه من النوع الآخر ويصرفه إلى أهل ذلك، ثم إذا حصل من ذلك النوع شيء، رده في المستقرض منه". (تبيين الحقائق، كتاب السير، باب العشر والخراج والجزية: ۴/۱۷۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب السير، باب العشر والخراج والجزية: ۵/۲۰۰، ۲۰۱، رشيديه)

انتظامی عملہ کی تنخواہ جامع مسجد سے دی جاتی ہے، اس کے علاوہ دیگر اخراجات وآمدنی کا حساب ہر مسجد کا الگ الگ رہتا ہے۔ اور حتی الوسع یہ کوشش کی جاتی ہے کہ ہر مسجد کا آمد وخرچ متوازن ہو، مگر سب ہی مسجدوں میں مستقل آمدنی سے زائد خرچ ہوجاتا ہے جو کہ جامع مسجد کی آمدنی سے پورا کیا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا حالات میں ایک مسجد کی ضرورت کے تحت دوسری مسجد کی آمدنی صَرف کی جاسکتی ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس کی اجازت نہیں: "اتحد الواقف والجهة، وقلّ مرسوم بعض الموقوف عليه بسبب خراب وقف أحدهما، جاز للحاكم أن يصرف من فاضل الوقف الآخر عليه؛ لأنهما حينئذٍ كشيءٍ واحدٍ. وإن اختلف أحدهما بأن بنى رجلان مسجدين أورجل مسجداً و مدرسةً، ووقف عليهما أوقافاً، لايجوز له ذلك" ردالمحتار: ۳/۳۷۲(۱)۔

ہاں! اگر بالکل فاضل ہو، حفاظت دشوار ہو، ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کی اجازت ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۹۲/۳/۱۸ھ۔

---

(۱) (الدرالمختار، كتاب الوقف: ۴/۳۶۰، سعيد)

"أما إذا اختلف الواقف، أو اتحد الواقف واختلف الجهة بأن بنى مدرسةً ومسجداً، وعين لكل وقفاً، وفضل من غلة أحدهما، لا يبدل شرط الواقف. وكذا إذا اختلف الواقف لاالجهة، يتبع شرط الواقف، وقد علم بهذا التقرير إعمال الغلتين إحياءً للوقف ورعاية شرط الواقف. هذا هو الحاصل من الفتاوىٰ، اهـ. وقد علم أنه لايجوز لمتولي الشيخونية بالقاهرة صرف أحد الوقفين للآخر". (البحر الرائق، كتاب الوقف: ۵/۳۶۲، رشيديه)

(۲) "حشيش المسجد وحصره مع الاستغناء عنهما، وكذا الرباط والبئر إذا لم ينتفع بهما، فيصرف وقف المسجد والرباط والبئر والحوض إلى أقرب مسجد أو رباط أو بئر أو حوض". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الوقف: ۴/۳۵۹، سعيد) .... =

مسجد کے لئے چندہ جمع کرکے مدرسہ بنانا

سوال[۷۲۳۰]: عمر مسجد بنوانے کی فکر میں تھا، برابر اس کے جدو جہد بھی کرتا رہا، کچھ حصہ مسجد کا تعمیر بھی ہوگیا، لیکن ابھی پایۂ تکمیل کو نہ پہونچی تھی کہ اس نے اسی مسجد میں مدرسہ کی بنیاد ڈالی۔ اور الحمد للہ ۳۶/ طلبہ بھی داخل ہوگئے جس میں کچھ مستطیع اور غیر مستطیع طلبہ بھی شامل ہیں، یعنی کچھ تعلیم کی فیس ادا کرسکتے ہیں کچھ نہیں۔ اور اس رمضان المبارک میں عمر نے مدرسہ کے لئے چندہ بھی کیا جس میں زکوۃ، صدقات، اعانت کی رقم شامل ہے، لیکن مدِ زکوۃ کی رقم زیادہ ہے تو خیال یہ ہے کہ مسجد پوری تعمیر ہوجائے اور اس میں فی الحال مدرسہ قائم رہے۔ اور اس کے بعد انشاء اللہ مسجد کے سامنے ایک پلاٹ ہے، اس کی تعمیر ہوجانے کے بعد مدرسہ اس میں منتقل ہوجائے گا۔

آیا مسجد کی تعمیر میں مدِ زکوۃ، صدقات، اعانت وغیرہ کی رقم تملیک کے ذریعہ لگائی جاسکتی ہے یا نہیں، اگر تملیک کرکے لگائی جاسکتی ہے تو تملیک کی کہاں ضرورت ہے؟ اگر نہیں لگ سکتی تو اس کے مصرف واضح فرمائیں، مدرسہ کی تعمیر کے لئے اس رقم کو کیسے لگایا جاسکتا ہے؟ اور طلبہ کی پڑھائی پر کس طرح صرف کیا جاسکتا ہے؟ کیا مدِ زکوۃ، صدقات، چرمِ قربانی سے غیر مستطیع طلبہ کی تعلیمی فیس ادا کی جاسکتی ہے؟ ایک صاحب بینک اور بیمہ کا سود اسکول اور طلبہ کے لئے دینا چاہتے ہیں، کیا لیا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مسجد کے لئے جو چندہ کیا جائے اس کو مدرسہ میں صَرف کرنا جائز نہیں، مدرسہ کے لئے جو چندہ کیا جائے اس کو مسجد پر صَرف کرنا جائز نہیں (۱)۔ جو جگہ نماز کے لئے مقرر ہوجائے وہاں مدرسہ بنانا اور تعلیمی کام کے

= "سئل عن شمس الأئمة الحلواني أنه سئل عن مسجد أو حوض خرب، ولايحتاج إليه لتفرق الناس عنه: هل للقاضي أن يصرف أوقافه إلى مسجد أو حوض آخر؟ فقال: نعم". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الثالث عشر في الأوقاف التي يستغنى عنها، الخ: ۴۷۸/۲، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الوقف، الفصل الرابع والعشرون في الأوقاف التي يستغنى عنها، الخ: ۸۷۷/۵، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب فيما لوخرب المسجد أو غيره: ۳۵۹/۴، سعيد)

(۱) "وإن اختلف أحدهما بأن بنى رجلان مسجدين، أو رجل مسجداً ومدرسةً، ووقف عليها أوقافاً، =

لئے اس جگہ کو متعین کر دینا جائز نہیں (۱)۔ اس جگہ ایسے چھوٹوں کو بھی تعلیم نہ دی جائے جو مسجد کا احترام باقی نہ رکھ سکیں (۲)۔

زکوۃ، صدقۃ الفطر، قیمتِ چرمِ قربانی کو مدرسہ یا مسجد کی تعمیر میں دینا جائز نہیں، وہ صرف غریبوں کا حق ہے، جو نادار مستحقِ زکوۃ طلبہ تعلیم پاتے ہوں ان کے کھانے، کپڑے پر یہ رقوم خرچ کی جاسکتی ہے (۳)، ان رقوم

= لایجوز له ذلک". (الدرالمختار). "(قوله: لایجوز له ذلک): أی الصرف المذکور ....قال الخیر الرملی:أقول:ومن اختلاف الجهة ماإذا کان الوقف منزلین: أحدهما للسکنی والآخر للاستغلال، فلایصرف أحدهما للآخر، وهی واقعة الفتوی، اهـ". (ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب فی نقل أنقاض المسجد ونحوه: ۳۶۰/۴، ۳۶۱، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الوقف: ۳۶۲/۵، رشیدیه)

(۱) "شرط الواقف کنص الشارع : أی فی وجوب العمل به، وفی المفهوم والدلالة". (الأشباه والنظائر، کتاب الوقف: ۱۰۶/۲، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا فی الدرالمختار، کتاب الوقف: ۴۳۳/۴، ۴۳۴، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب الوقف: ۲۰۸/۲، مکتبه غفاریه کوئٹه)

(۲) "عن واثلة بن الأسقع رضی الله تعالیٰ عنه أن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "جنّبوا مساجدکم صبیانکم، ومجانینکم، وشراء کم، وبیعکم". (سنن ابن ماجة، أبواب المساجد والجماعات، باب مایکره فی المساجد، ص: ۵۴، قدیمی)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿إنما الصدقات للفقراء والمسٰکین والعٰملین علیها﴾ الآیة (سورة التوبة: ۶۰)

"ویتصدق بجلدها أو یعمل منه نحو غربال وجراب .... لابمستهلک کنحل ولحم ونحوه کدراهم، فإن بیع اللحم أو الجلد به: أی بمستهلک أو بدراهم، تصدق بثمنه". (تنویر الأبصار مع ردالمحتار، کتاب الأضحیة: ۳۲۸/۶، سعید)

"ویشترط أن یکون الصرف تملیکاً لا إباحةً کما مر، لایصرف إلی بناء نحو مسجد ولا إلی کفن میت". (تنویر الأبصار مع الدرالمختار، کتاب الزکوة، باب المصرف: ۳۴۴/۲، سعید)

"أی مصرف الزکاة والعشر .... هو فقیر، وهو من له أدنی شئ". (الدرالمختار). "وهو مصرف أیضاً لصدقة الفطر والکفارة والنذر وغیر ذلک من الصدقات الواجبة، کما فی القهستانی". =

سے ان کونقد وظیفہ بھی دینا درست ہے، پھر وہ چاہیں تو ان رقوم سے مدرسہ کی فیس بھی ادا کردیں۔قربانی کرنے والے حضرات اگر چرمِ قربانی مدرسہ کے مہتمم ومتولی کوبطورِ ہبہ (گوشت قربانی کی طرح) دے دیں اور وہ اس کو فروخت کر کے تعمیر یا تنخواہ میں حسبِ صوابدید لگادیں تو یہ درست ہے(۱)۔

سود کا لینا بھی حرام ہے اور دینا بھی حرام ہے، خواہ بینک کا ہو یا بیمہ کا(۲)۔ایسا پیسہ جو کچھ ملے اس کو غریبوں، محتاجوں کو بلانیتِ ثواب صدقہ کردیں(۳)۔ پھر وہ لوگ مالکانہ قبضہ کرنے کے بعد بغیر کسی دباؤ کے دے دیں تو تعمیر وغیرہ میں لگانا بھی درست ہوگا(۴)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۲/۱۹ھ۔

= (ردالمحتار، كتاب الزكوة، باب المصرف: ۲/۳۳۹، سعيد)

(۱) "ويستحب أن يأكل من أضحيته ويطعم منها غيره .... ويطعم الغني والفقير جميعاً، كذا في البدائع. ويهب منها ماشاء للغني والفقير والمسلم والذمي". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الأضحية، الباب الخامس في بيان محل إقامة الواجب: ۵/۳۰۰، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب الأضحية، فصل فيما يستحب قبل الأضحية، الخ: ۶/۳۳۱، دار الكتب العلمية بيروت)

"واللحم بمنزلة الجلد في الصحيح حتى يبيعه بما لا ينتفع به إلا بعد الاستهلاك". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الأضحية: ۵/۳۰۱، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿وأحل الله البيع وحرم الربوا﴾ الآية (البقرة : ۲۷۵)

"عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: لعن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اكل الربوا ومؤكله وكاتبه وشاهديه، وقال: "هم سواء". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الربوا، الفصل الأول، ص: ۲۴۴، قديمي)

(۳) "ويردونها على أربابها إن عرفوهم، وإلا تصدقوا بها، لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۸۵، سعيد)

(۴) "وقدمناه أن الحيلة أن يتصدق على الفقير، ثم يأمره بفعل هذه الأشياء". (الدر المختار). "(قوله: أن الحيلة): أي في الدفع إلى هذه الأشياء مع صحة الزكاة .... ويكون له ثواب الزكاة، وللفقير ثواب هذه القرب". (ردالمحتار، كتاب الزكوة، باب المصرف: ۲/۳۴۵، سعيد) =

مسجد کے روپے سے عیدگاہ بنانا یا بالعکس

سوال[۷۲۳۱]: مسجد کے روپیہ سے عیدگاہ بنانا، یا عیدگاہ کے روپیہ سے مسجد بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وقفِ مسجد سے حاصل شدہ روپیہ سے عیدگاہ بنانا اور وقفِ عیدگاہ سے حاصل شدہ روپیہ سے مسجد بنانا درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۹/۶۶ھ۔

مسجد کی آمدنی سے تنخواہ میں تقلیل اور اسکول میں خرچ کرنا

سوال[۷۲۳۲]: مساجد کے اماموں کی تنخواہ ۵۰، ۶۰، ۷۰/ روپے ماہانہ دی جاتی ہے جو بہت ہی قلیل ہے، حالانکہ آمدنی بہت کافی ہے، لیکن اس آمدنی کو مسجد کے لئے اور اماموں کی تنخواہ میں اضافہ کرنے کے بجائے اسکول میں دنیوی تعلیم میں زیادہ خرچ کیا جاتا ہے اور دنیوی تعلیم بھی بہت ناقص ہے۔ تو مساجد کی اَسّی ۸۰/ فیصد آمدنی اسکول میں دنیوی تعلیم پر خرچ کرنا جائز ہے؟ دینی تعلیم نہیں دیجاتی ہے۔

= "(والحيلة في ذلك) أن يتصدق السلطان بذلك على الفقراء، ثم الفقراء يدفعون ذلك إلى المتولي، ثم المتولي يصرف ذلك إلى الرباط، كذا في الذخيرة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الحيل، الفصل الثالث في مسائل الزكوة: ۲/۳۹۲، رشيديه)

(۱) "وإن اختلف أحدهما بأن بنى رجلان مسجدين أو رجل مسجداً ومدرسةً، ووقف عليها أوقافاً، لايجوز له ذلك". (الدرالمختار). "(قوله: لايجوز له ذلك): أي الصرف المذكور ....قال الخير الرملي: أقول: ومن اختلاف الجهة ما إذا كان الوقف منزلين: أحدهما للسكنى والآخر للاستغلال، فلايصرف أحدهما للآخر، وهي واقعة الفتوى، اهـ". (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب في نقل أنقاض المسجد ونحوه: ۴/۳۶۰، ۳۶۱، سعيد)

"وقد علم منه أنه لايجوز لمتولي الشيخونية بالقاهرة صرف أحد الوقفين للآخر". (البحر الرائق، كتاب الوقف: ۵/۳۲۲، رشيديه)

الجواب حامداً و مصلياً:

واقف نے جو جائیداد جس مسجد کے لئے جداگانہ وقف کی ہے اس کی آمدنی اس مسجد میں صرف کی جائے، دوسری مسجد میں صرف نہ کی جائے (۱)، جب ایک مسجد کی آمدنی دوسری مسجد میں خرچ کرنے کی اجازت نہیں تو پھر مسجد کی آمدنی اسکول میں خرچ کرنا کیسے جائز ہوگا؟ جو لوگ خرچ کرتے ہیں وہ گناہ گار ہیں، ان کے ذمہ ضمان لازم ہے، ایسے لوگوں کو اوقاف کا منتظم بنانا بھی درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۰/۹۲ھ۔

مسجد کی آمدنی سے امام صاحب کا حجرہ وغیرہ بنانا

سوال[۷۲۳۳]: مسجد کے لئے ہمارے گاؤں کی کچھ زمین مسجد بن جانے کے بعد متفرق کاموں کے لئے وقف ہوئی ہے، کسی میں مسجد بنانے کا ذکر ہے، کسی میں مرمت کرانے کا ذکر ہے، کسی میں روزمرہ ضروریات کا ذکر ہے، کسی میں مسجد کی زیبائش وآرائش کا ذکر ہے۔ اب ان زمینوں کی مخلوط آمدنی سے نمازیوں کی سہولت کے لئے غسل خانہ، بیت الخلاء، امام صاحب کی قیام گاہ وغیرہ وغیرہ بنانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلياً:

مسجد سے متعلق زمینوں کی آمدنی سے مذکورہ ضروریات بنانا اور ان میں حسب مصالح وہ روپیہ خرچ

---

(۱) "وإن اختلف أحدهما بأن بنى رجلان مسجدين أو رجل مسجداً ومدرسةً، ووقف عليها أوقافاً، لايجوز له ذلك". (الدرالمختار). "(قوله: لايجوز له ذلك): أى الصرف المذكور ....قال الخير الرملي: أقول: ومن اختلاف الجهة ماإذا كان الوقف منزلين: أحدهما للسكنى والآخر للاستغلال، فلايصرف أحدهما للآخر، وهى واقعة الفتوى، اهـ". (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب فى نقل أنقاض المسجد ونحوه: ۴/۳۶۰، ۳۶۱، سعيد)

(۲) "وينزع وجوباً، لو غير مأمون أو عاجزاً أو ظهر به فسق". (الدرالمختار). "مقتضاه إثم القاضى بتركه والإثم بتولية الخائن، ولاشک فيه .... القيّم إذا لم يراع الوقف، يعزله القاضى". (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب: يأثم بتولية الخائن: ۴/۳۸۰، سعيد)

کرنا شرعاً درست ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/ ۸/ ۹۰ھ۔

مسجد کی آمدنی سے امامِ مسجد کا حجرہ واستنجاخانہ بنوانا

سوال[۷۲۳۴]: مسجد کی دوکان کے کرایہ سے یا وقف کے روپے سے امام کے لئے حجرہ بنانا یا استنجا خانہ بنانا کیسا ہے؟ اور امام کے لئے حجرہ بنانا کیا متولیٔ مسجد کے ذمہ ضروری ہے؟ اور نہ بنانے کی صورت میں امام مسجد میں ظہر سے عشاء تک رہے اور ریح وغیرہ اس میں خارج ہوتو کیسا ہے، کیونکہ ریح تو اپنے قابو میں نہیں اور جس شخص کو ابتلاء زیادہ ہوتو کیا کرے، مسجد میں ریح خارج کرنا کیسا ہے؟ نیز متولی امام کے لئے پنکھا وبجلی لگوا سکتا ہے یا نہیں اگر چہ وقف ہی کا پیسہ ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حجرۂ امام اور استنجا خانہ مسجد کی دوکانوں کے کرائے سے بنانا درست ہے(۲)، وقف کے روپے سے

---

(۱) "(قوله: اتحد الواقف والجهة) بأن وقف وقفين على المسجد: أحدهما على العمارة والآخر إلى إمامه أو مؤذنه، والإمام والمؤذن لايستقر لقلة المرسوم، للحاكم الدين أن يصرف من فاضل وقف المصالح والعمارة إلى الإمام والمؤذن باستصواب أهل الصلاح من أهل المحلة". (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب في نقل أنقاض المسجد ونحوه: ٤/٣٦٠، سعيد)

"والذي يبتدأ به من ارتفاع الوقف عمارته شرط الواقف أولا، ثم ما هو أقرب إلى العمارة وأعم للمصلحة كالإمام للمسجد والمدرّس للمدرسة يصرف إليهم إلى قدر كفايتهم، ثم السراج والبساط كذلك إلى آخر المصالح". (البحر الرائق، كتاب الوقف: ٥/٣٥٦، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الوقف: ٤/٣٦٦، ٣٦٧، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الثالث في المصارف: ٢/٣٦٨، رشيديه)

(٢) "ويبدأ من غلته بعمارته، ثم ماهو أقرب لعمارته كإمام مسجد ومدرس". (الدرالمختار). "والذي يبدأ به من ارتفاع الوقف: أي من غلته عمارته شَرَطَ الواقف أولا، ثم ماهو أقرب إلى العمارة وأعم لمصلحة كإمام للمسجد، والمدرس للمدرسه يصرف إليهم إلى قدر كفايتهم، ثم السراج والبساط =

بھی بنانا درست ہے۔ حجرہ نہ ہو اور امام شب و روز مسجد میں رہائش اختیار کرے اس سے مسجد کا احترام باقی نہیں رہتا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۶/۱۴۰۱ھ۔

مسجد کے پیسہ سے بیت الخلاء اور غسل خانہ بنانا، لہو ولعب کی تقریب میں شرکت

سوال[۷۲۳۵]: مسجد کے پیسہ سے مسجد کے امام کے لئے پائخانہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟ اور نمازیوں کے لئے پانی کے انتظام کی بابت خرچ کرنا کیسا ہے؟ اور شادی وغیرہ میں اگر محلّہ کی چند عورتیں جمع ہو کر گیت گاتی ہیں تو اس شادی میں شرکت کرنا کیسا ہے، یعنی کھانا وغیرہ خصوصاً علماء کے لئے کیا حکم ہے؟ شادی وغیرہ میں ہم اپنے رشتہ داروں کو دعوت وغیرہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور مسجد کی زمین پر ٹھیکہ دینا کیسا ہے؟ ہمارے یہاں اس شرط پر ہوتا ہے کہ تمہاری زمین سال بھر تک رہے گی تم ہمیں اتنے من اناج دینا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس طرح غسل خانہ، وضو خانہ مسجد کے پیسہ سے بنایا جاتا ہے، اسی طرح مؤذن وامام کے لئے پاخانہ بنانے کی ضرورت ہو تو وہ بھی درست ہے(۲)۔ وضو، استنجا، غسل کے لئے پانی کا انتظام بھی مسجد کے پیسہ سے

= كذلك إلى آخر المصالح". (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب: يبدأ بعد العمارة بما هو أقرب إليها: ۳۶۷/۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الوقف: ۳۵۹/۵، رشيديه)

(۱) "ويكره النوم والأكل فيه لغير المعتكف". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد: ۳۲۱/۵، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الصلوة، مطلب في الغرس في المسجد: ۶۶۱/۱، سعيد)

(وكذا في الحلبي الكبير، فصل في أحكام المسجد، ص: ۶۱۲، سهيل اكيڈمی، لاهور)

(۲) "ويبدأ من غلته بعمارته، ثم ماهو أقرب لعمارته كإمام مسجد ومدرس مدرسة يعطون بقدر كفايتهم". (الدرالمختار). "أي فإن انتهت عمارته وفضل من الغلة شئ .... والذي يبدأ به من ارتفاع الوقف: أي من غلته عمارته شرط الواقف أولاً، ثم ماهو أقرب إلى العمارة وأعم للمصلحة كالإمام للمسجد والمدرس للمدرسة يصرف إليهم إلى قدر كفايتهم، ثم السراج والبساط كذلك إلى =

درست ہے۔ گانا باجہ بجانا جائز نہیں (۱)، جس محفل میں گانا بجانا ہو اس میں شرکت کرنا اور کھانا درست نہیں، خاص کر علماء وصلحاء کے لئے (۲)۔ مسجد کی ضروریات ومصالح کے لئے جو زمین وقف ہو اس کی آمدنی اس میں خرچ کی جائے اس کو ٹھیکہ پر دینا درست ہے (۳)۔

= آخر المصالح". (ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب: یبدأ بعد العمارته بما هو أقرب إلیها: ۳۶۶/۴، ۳۶۷، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الوقف: ۳۵۶/۵، رشیدیه)

(۱) "وفی البزازیة: استماع صوت الملاهی کضرب قصب ونحوه حرام، لقوله علیه الصلوة والسلام: "استماع الملاهی معصیة، والجلوس علیها فسق، والتلذذ بها کفر". (الدرالمختار، کتاب الحظر والإباحة: ۳۴۹/۶، سعید)

(۲) "وعن سفینة أن رجلاً ضاف علیّ بن أبی طالب رضی الله تعالیٰ عنه، فصنع له طعاماً، فقالت فاطمة رضی الله تعالیٰ عنها: لو دعونا رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فأکل معنا، فدعوه، فجاء، فوضع یدیه علی عضادتی الباب، فرای القرام قد ضرب فی ناحیة البیت، فرجع، قالت فاطمة: فتبعته فقلت: یارسول الله! ما ردّک؟ قال: "إنه لیس لی أو لنبیّ أن یدخل بیتاً مزوّقاً". رواه أحمد وابن ماجة". (مشکوة المصابیح، باب الولیمة، الفصل الثانی، ص: ۲۷۸، قدیمی)

قال الملا علی القاری تحته: "وفیه تصریح بأنه لایُجاب دعوة فیها منکر، اهـ". (مرقاة المفاتیح، کتاب النکاح، باب الولیمة: ۳۷۴/۶، رشیدیه)

"ولو دعی إلی دعوة فالواجب أن یجیبه إلی ذلک، و إنما یجب علیه أن یجیبه إذا لم یکن هناک معصیة ولا بدعة ...... من دعی إلی ولیمة فوجد ثمة لعباً أو غناء، فلا بأس أن یقعد ویأکل، فإن قدر علی المنع یمنعهم، وإن لم یقدر یصبر. وهذا إذا لم یکن مقتدی به، أما إذا کان ولم یقدر علی منعهم، فإنه یخرج ولایقعد. ولو کان ذلک علی المائدة، لاینبغی أن یقعد وإن لم یکن مقتدی به. وهذا کله بعد الحضور، وأما إذا علم قبل الحضور، فلا یحضر؛ لأنه لایلزمه حق الدعوة". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر فی الهدایا والضیافات: ۳۴۳/۵، رشیدیه)

(۳) "ولا یجوز إجارة الوقف إلا بأجر المثل، کذا فی محیط السرخسی .... وإذا استأجر أرض وقف ثلاث سنین بأجرة معلومة هی أجر المثل حتی جازت الأجرة فرخصت أجرتها، لاتفسخ الإجارة، =

سال بھر کا کرایہ نقد روپیہ تجویز کیا جائے، یا غلہ مثلاً اتنی مقدار فلاں قسم کا اناج ہم کو ایک سال میں دینا اور جو تمہارا دل چاہے زمین میں کاشت کرنا سب طرح درست ہے(١)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ٨٩/١٢/٢٦ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ٨٩/١٢/٢٧ھ۔

مسجد کا چندہ عمومی کام میں خرچ کرنا

سوال[٧٢٣٦]: چند حضرات نے مسجد کے لئے روپیہ جمع کیا تھا، لیکن وہ روپیہ عمومی کام میں صرف کرنا چاہتے ہیں، اگر چہ باقاعدہ حساب مع رسیدوں کے موجود ہے، لیکن سب چندہ دہندگان کا موجود ہونا ان کے گھروں پر جا کر دریافت کرنا ایک امرِ مشکل ہے۔ ایسی حالت میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس طرح چندہ جمع کیا ہے (ان کو جمع کر کے یا گھروں پر جا کر) اس طرح ان سے اجازت لے لی جائے، یا ان کا چندہ واپس کر دیا جائے (٢)، جب رسیدیں بھی موجود ہیں تو اس میں کیا مشکل ہے۔ یا اعلان کیا

= كذا في المحيط". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الخامس في ولاية الوقف: ٤١٩/٢، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الوقف، تصرف القيم في الأوقاف: ٧٥٢/٥، إدارة القرآن كراچی)

(١) "إنما يجوز في الوقف عند أبي حنيفة رحمه الله تعالیٰ ما تعارفه الناس أجرةً وثمناً في الإجارات والبياعات مثل الحنطة والشعير". (التاتارخانية، كتاب الوقف، تصرف القيم في الأوقاف: ٧٥٣/٥، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الخامس في ولاية الوقف، الخ: ٤٢١/٢، رشيديه)

(٢) "سئل عن وقف انهدم ولم يكن له شيء يعمر منه، ولا أمكن إجارته ولا تعميره: هل تباع أنقاضه من حجر وطوب وخشب؟ أجاب: إذا كان الأمر كذلك، صح بيعه بأمر الحاكم، ويشترى بثمنه وقف مكانه، فإذا لم يكن، رده إلى ورثة الواقف إن وجدوا، ولا يصرف للفقراء". (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب في الوقف إذا خرب ولم يمكن عمارته: ٣٧٦/٤، سعيد)

"الوكيل إذا خالف، إن خلافاً إلى خير في الجنس كبيع بألف درهم فباعه بألف ومأة، نفذ، ولو بمأة دينار لا، ولو خيراً". (الدر المختار، باب الوكالة بالبيع والشراء: ٥٢١/٥، سعيد)

جائے کہ اس چندے کوفلاں کام میں خرچ کیا جائے گا، جس کو نامنظور ہو وہ اپنا چندہ واپس لے لے۔ اور یہ اعلان اس طرح کیا جائے کہ چندہ دہندگان تک بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی نہ کسی طرح پہنچ جائے، مثلاً ایک اشتہار چھپ کر تقسیم کیا جائے، یا محلوں اور مساجد میں کہہ دیا جائے، غرض اپنی وسعت کے مطابق اعلان کردیں یا واپس کردیں، اس سے زائد ذمہ داری نہیں۔ فقط واللہ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۲/۸۹ھ۔

مسجد قدیم کی آمدنی کا مصرف

سوال[۷۲۳۷]: ۱...... پہلی مسجد کے علاوہ مسجد کی زمین موقوفہ ہے، موضع کے معتبر لوگوں کی رائے یا بغیر رائے کے موقوفہ جگہ میں کسی قسم کا نفع اٹھانا جائز ہے یا نہیں؟

۲...موقوفہ زمین کی آمدنی کہاں خرچ کی جائے اور کیسے خرچ کی جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱، ۲..... خلافِ غرضِ واقف کا استعمال ناجائز ہے، بلکہ اس کی شرطوں کے موافق استعمال کرنا چاہیے (۱)، اگر وہ مسجد کے منافع کے لئے وقف ہے تو اس کو کرایہ پر دیکر اس کا کرایہ مصالحِ مسجد پر صرف کیا جائے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/۵/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۵/۵۸ھ۔

---

(۱) "علی أنهم صرحوا بأن مراعاة غرض الواقفين واجبة". (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب: مراعاة غرض الواقفين، الخ: ۴/۴۴۵، سعيد)

"لأن شرط الواقف يجب اتباعه، لقولهم: شرط الواقف كنص الشارع: أى فى وجوب العمل به، وفى المفهوم والدلالة، اهـ". (الأشباه والنظائر، كتاب الوقف، الفن الثانى، الفوائد: ۲/۱۰۶، إدارة القرآن كراچى)

(وكذا فى الدر المختار، كتاب الوقف: ۴/۴۳۳، ۴۳۴، سعيد)

(۲) "مسجد له مستغلات وأوقاف، أراد المتولى أن يشترى من غلة الوقف للمسجد دهناً أو حصيراً أو =

مسجد کی فاضل رقم کا مصرف

سوال[۷۲۳۸]: مساجد کی لاکھوں روپیہ کی غیر سودی رقم جو بینک میں جمع ہے جس پر خواہ مخواہ سود چڑھتا رہتا ہے اور حکومت اس میں سے لون لیا کرتی ہے تو کیا ان مساجد کی وہ غیر سودی رقم جبکہ ان مساجد کی حالیہ ضروریات نیز مستقبل کی متوقع ضروریات سے بھی فاضل ہے، تو اس رقم کو مالی اعتبار سے نہایت کمزور، ضرورت مند مساجد کی تعمیر اور مرمت میں اس رقم کا کچھ حصہ استعمال کرنا یا مؤذن اور اماموں کی تنخواہوں میں دینا یا مکاتب و مدارس دینیہ کی امداد یا جدید مکاتب دینیہ قائم کرنا یا غریب بچوں کو وظیفہ دینا، یہ روپیہ ان مذکورہ مدوں میں صرف ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہر مسجد کی رقم اصالۃً اسی مسجد میں صرف کی جائے اگر اس مسجد میں ضرورت نہ ہو اور آئندہ بھی ضرورت متوقع نہ ہو یا رقم کی حفاظت دشوار ہو اور ضائع ہونے کا قوی اندیشہ ہو تو پھر قریب کی مسجد میں اس کے بعد بعید کی مسجد میں حسب ضرورت ومصالح مسجد کی تعمیر، صرفہ پانی، روشنی، تنخواہ امام ومؤذن میں صرف کرنا درست ہے(۱) جب تک یہ مصارف موجود ہوں تو مسجد کے علاوہ دیگر مواقع مثلاً مدارس ومکاتب کی تعمیر یا وہاں کے

= حشیشاً .... قالوا: إن وسع الواقف ذلک للقیم وقال: تفعل ما تری من مصلحة المسجد، کان له أن یشتری للمسجد ماشاء". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد الخ، الفصل الثانی فی الوقف علی المسجد، الخ: ۲/۴۶۱، رشیدیه)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجداً أوخاناً، الخ: ۳/۲۹۷، رشیدیه)

(۱) "ولابأس بنقشه خلامحرابه بجص وماء ذهب لوبماله، لامن مال الوقف فإنه حرام، وضمن متولیه لو فعل النقش أو البیاض، إلا إذا خیف طمع الظلمة، فلابأس به، کافی". (الدرالمختار).

"(قوله: إلا إذا خیف): أی بأن اجتمعت عنده أموال المسجد وهو مستغن عن العمارة، وإلا فیضمنها، کما فی القهستانی". (ردالمحتار، کتاب الصلاة، مطلب: کلمة لابأس دلیل علی أن المستحب غیره الخ: ۱/۶۵۸، سعید)

(وأیضاً ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب فی نقل أنقاض المسجد ونحوه: ۴/۳۶۰، سعید)

ملازمین کی تنخواہوں یا تعلیم پانے والے طلبہ کے وظیفوں میں ہرگز صرف نہ کریں، اگر مساجد میں صرف کرنے کی دور نزدیک کی کوئی صورت نہ رہے تو پھر دینی مدارس ومکاتب کے مواقع مذکورہ میں صرف کرنا درست ہوگا (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۷/۸۷ھ۔

مسجد کی آمدنی سے مسجد میں لائبریری چلانا

سوال[۷۲۳۹]: یہاں پر مسجد کے ایک کمرہ میں ایک لائبریری قائم ہے جس میں کچھ مذہبی کتابوں کا ذخیرہ ہے اور کچھ سیاسی اخبار "تجلی" اور "نشیمن" وغیرہ بھی پڑھے جاتے ہیں اور ایک ملازم مقرر ہے۔ استفتاء یہ ہے کہ مسجد کے روپیہ سے اخباروں کی قیمت ادا کی جاتی ہے اور مسجد ہی کے روپے سے ملازم کو تنخواہ دی جاتی ہے۔ یہ لائبریری کے اخراجات مسجد کے روپیہ سے دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو زمین جائیداد ودوکان کے لئے وقف ہو، یا جو چندہ مسجد کے نام سے وصول کیا گیا ہو، اس سے کوئی لائبریری قائم کرنا، رسائل واخبار منگانا اور لائبریری کے ملازم کو تنخواہ دینا شرعاً درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "وإذا استغنی هذا المسجد یصرف إلی فقراء المسلمین، فیجوز ذلک؛ لأن جنس هذه القربة ممالاینقطع ویبقی مابقی الإسلام". (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الوقف: ۲۸۸/۳، رشیدیه)

(وکذا فی التاتارخانیة، کتاب الوقف، تصرف القیم فی الأوقاف: ۷۴۹/۵، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، الفصل الثانی: ۴۶۴/۲، رشیدیه)

(۲) "إذا ذکر للوقف مصرفاً، لابد أن یکون فیهم تنصیص علی الحاجة حقیقةً". (ردالمحتار، کتاب الوقف، مطلب: متی ذکر للوقف مصرفاً لابد أن یکون، الخ: ۳۶۵/۴، سعید)

مسجد کے روپیہ سے قبرستان کی زمین خریدنا

سوال[۷۴۴۰]: ایک بڑی ہوئی زمین جس کا مالک ایک ہندو تھا، اس زمین کے کچھ کچھ حصے میں تقریباً سو سال سے مسلمانوں نے قبرستان بنا رکھا ہے، اب وہ زمین اس ہندو سے ایک مسلمان نے خرید لی، لیکن قبرستان اسی طرح برقرار ہے۔ پھر اس زمین کو مسجد کے قریب ہونے کی وجہ سے مسجد کے متولی صاحب نے گاؤں کے دو چار آدمیوں کے مشورہ سے مسجد کے روپے سے مسجد کے نام پر خرید لیا اس نیت سے کہ وہ قبرستان رہے گا۔

اب سوال یہ ہے کہ جس حصے میں قبرستان ہے وہ حصہ قبرستان رکھا جاسکتا ہے یا نہیں؟ مسجد کی کمیٹی (قبرستان رکھا جائے یا نہ رکھا جائے) اس بارے میں کچھ فیصلہ کرسکتی ہے یا نہیں؟ یا قبرستان باقی رکھنے کے لئے اور کوئی صورت ہے؟ اگر قبرستان کو باقی نہ رکھا جائے تو فتنہ ضرور ہوگا۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس زمین کو خریدنے میں جتنا روپیہ مسجد کا خرچ ہوا ہے وہ روپیہ سب مسلمان چندہ کر کے مسجد کو دیدیں اور اس زمین کو قبرستان ہی رکھیں، مسجد کے روپے سے قبرستان کے لئے زمین خریدنے کا حق نہیں (۱) لہٰذا مسجد کا روپیہ وصول ہونا ضروری ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۵/۲۶ھ۔

مسجد کی رقم تحفظِ مسجد کے لئے لڑے جانے والے مقدمہ کے مصارف میں صَرف کرنا

سوال[۷۴۴۱]: ایک مسجد ہے اس کے اردگرد کی زمین مسجد ھذا کے نام وقف ہے، جس کا اندراج سنی سینٹرل وقف بورڈ لکھنؤ میں ہے۔ وقف بورڈ کی طرف سے مسجد ہٰذا کے ایک رجسٹرڈ متولی ہیں۔ متعلقہ مسجد کے کچھ لوگ مسجد کے اردگرد کی زمین میں مدرسہ بنانا چاہتے تھے، متولی نے اس میں رکاوٹ کی، کیونکہ اس زمین

---

(۱) "وإن اختلف أحدهما بأن بنى رجلان مسجدين، أو رجل مسجداً ومدرسةً، ووقف عليها أوقافاً، لايجوز له ذلك". (الدرالمختار). "(قوله: لايجوز له ذلك): أى الصرف المذكور ....قال الخير الرملي: أقول: ومن اختلاف الجهة ماإذا كان الوقف منزلين: أحدهما للسكنى والآخر للاستغلال، فلايصرف أحدهما للآخر، وهى واقعة الفتوى، اهـ". (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب فى نقل أنقاض المسجد ونحوه: ۳۶۰/۴، ۳۶۱، سعيد)

کی گھاس پھونس کی آمدنی میں مدرسہ بننے سے وقف مسجد کو کافی مالی نقصان پہونچاتھا اور شرعی اعتبار سے بھی مسجد کی وقف جائیداد میں مدرسہ تعمیر کرنا جائز نہیں۔

ایسی شکل میں آپس میں جھگڑا ہو گیا اور خلاف لوگوں نے متولی کے خلاف دوسری پارٹی بنالی اور اپنا ایک نام نہاد متولی بھی بنالیا اور یہ لوگ اسی کے پاس متعلقہ مسجد کا پیسہ جمع کرنے لگے۔ ان لوگوں نے متولی کو الگ کرانے کے لئے وقف بورڈ کو متولی کے خلاف شکایتی درخواستیں بھی بھیجی جوانکوائری پر جھوٹی ثابت ہوئی اور متولی الگ نہ ہو سکے۔ اس خصوصیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان لوگوں نے فوجداری جھگڑا کیا جس پر مقدمہ چالو ہو گیا۔

ایسی صورت کو ملحوظ رکھتے ہوئے نیچے لکھے گئے سوالات کے جوابات درکار ہیں:

۱......اس مقدمہ میں رجسٹرڈ متولی مسجد کا پیسہ خرچ کر سکتے ہیں یا نہیں؟

۲......نام نہاد متولی مسجد کا پیسہ اس مقدمہ میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

۳......ایسی شکل میں خلاف پارٹی کے لوگوں کو الگ پیسہ جمع کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مسجد کی وقف شدہ زمین میں زبردستی مدرسہ بنانے کا حق نہیں (۱)، اگرچہ دینی مدرسہ بنانا اور دینی تعلیم کو عام کرنا بہت بڑے اجر وثواب کی چیز ہے، مگر ناحق طریقہ کو ہرگز اختیار نہ کیا جائے، اور اس کے لئے متولی سے جھگڑا کرنا اور اس کو تولیت سے الگ کرانا اور مقدمہ لڑانا بہت مذموم اور گناہ ہے (۲)۔

۱......اگر اس مقدمہ کی کامیابی میں مسجد کا تحفظ ہے اور اس کی جائیداد کا تحفظ ہے تو رجسٹرڈ متولی کو اس میں مسجد کا روپیہ خرچ کرنا درست ہے کہ یہ درحقیقت مسجد ہی کے لئے ہے (۳)۔

---

(۱) "قال الخير الرملي: أقول: ومن اختلاف الجهة ما إذا كان الوقف منزلين: أحدهما للسكنى والآخر للاستغلال، فلا يصرف أحدهما للآخر، وهى واقعة الفتوى". (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب فى نقل أنقاض المسجد ونحوه: ۴/۳۶۱، سعيد)

(۲) "لايعزله القاضي بمجرد الطعن فى أمانته، ولايخرجه إلا بخيانة ظاهرة بينة". (البحر الرائق، كتاب الوقف: ۵/۴۱۱، رشيديه)

(۳) "لو استولى عليه الظالم، ولم يمكنه دفعه عنه إلا بصرف ماله فصرف، لايضمن". (منحة الخالق على البحر الرائق، كتاب الوقف: ۵/۴۰۲، رشيديه) .... =

۲......سوال میں تحریر کردہ حالات کے تحت اس کو مسجد کا روپیہ خرچ کرنا جائز نہیں (۱)۔

۳...... نہ جھگڑالو آدمی کا ساتھ دیا جائے، نہ اس کے لئے چندہ کیا جائے، بلکہ جھگڑا ختم کراکے صلح کی کوشش کی جائے، اسی میں خیر ہے۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۴/۱۴۰۱ھ۔

مساجد کا روپیہ حکومت کو دینا

سوال[۴۴۲۲]: کیا مساجد کا روپیہ حکومت کو ہنگامی حالات میں دینا جائز ہے؟ نیز مساجد کا روپیہ کہاں کہاں خرچ کرنے کی اجازت ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مساجد کا روپیہ، وقف کا روپیہ جو کہ امانت ہے، متولی کو مسجد کے علاوہ کسی بھی جگہ خرچ کرنے کی اجازت نہیں (۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۱۰/۹۱ھ۔

= "والذی يبدأ به من ارتفاع الوقف: أی من غلته عمارته شرط الواقف أولا، ثم ماهو أقرب إلى العمارة وأعم للمصلحة .... ثم السراج والبساط كذلك إلى آخر المصالح". (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب: يبدأ بعد العمارة بما هو أقرب إليها: ۴/۳۶۷، سعيد)

(وكذا فی الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الثالث فی المصارف: ۲/۳۶۸، رشيديه)

(۱) "فاستفيد منه أنه إذا لم يمنع من يتلف شيئاً للوقف، كان خائناً ويعزل .... فاستفد منه أنه إذا تصرف بما لايجوز، كان خائناً يستحق العزل، وليقس مالم يقل". (البحر الرائق، كتاب الوقف: ۵/۳۹۲، رشيديه)

(۲) "إذا ذكر للوقف مصرفاً، لابد أن يكون فيهم تنصيص على الحاجة حقيقةً". (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب: متى ذكر للوقف مصرفاً لابد أن يكون، الخ: ۴/۳۶۵، سعيد)

"إذا قصر المتولی فی شئ من مصالح الوقف هل يضمن؟ قلت: إن كان فی عينٍ، ضمنها، وإن كان فيما فی الذمة، لايضمن". (البحر الرائق: كتاب الوقف: ۵/۴۰۱، رشيديه)

"ولو اشترى بغلته ثوباً ودفعه إلى المساكين، يضمن مانقد من مال الوقف لوقوع الشراء له". (البحر الرائق، كتاب الوقف. ۵/۴۰۲، رشيديه)

مسجد کا روپیہ مسجد کی رؤیتِ ہلال کمیٹی میں خرچ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

سوال[٧٢٤٣]: گورکھپور شہر میں جامع مسجد کمیٹی کی طرف سے ایک رؤیتِ ہلال کمیٹی قائم ہوئی، اس سلسلے میں کچھ روپے خرچ ہوئے اور روپے مذکورہ بالا جامع مسجد کے پیسے سے خرچ ہوئے۔ سوال صرف یہ ہے کہ مسجد کا پیسہ رؤیتِ ہلال کے سلسلے میں از روئے شریعت خرچ ہوسکتا ہے کہ نہیں؟ جب کہ وقف نامہ میں اس کی صراحت موجود ہے کہ اس موقوفہ یا نذر کی آمدنی مصلّیوں کے مفاد میں خرچ کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

رؤیتِ ہلال کا تعلق اس مسجد کے ساتھ مخصوص نہیں، لہذا اس مسجد کے وقف کا پیسہ اس سلسلہ میں خرچ کرنے کی اجازت نہیں، لأن شرط الواقف كنص الشارع (١)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مسجد کی آمدنی سے جنازہ کی چارپائی خریدنا

سوال[٧٢٤٤]: رواجاً مسجد میں جو سریر اور چارپائی مُردوں کے نہلانے اور قبرستان لے جانے کے واسطے مہیا کی جاتی ہے تو وہ مساجد کی موقوفہ جائیداد کی آمدنی میں سے بنانا جائز ہے یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ وقف مساجد کے مصارف کے لئے ہوتا ہے اور یہ چیزیں اہل محلہ اور عام مسلمانوں کی سہولت کے لئے ہوتی ہیں تو مسجدوں سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوسکتا، لہذا دلائل کے ساتھ مسئلہ کی شرعی صورت تحریر فرمائیں کہ ان امور میں

---

(١) "شرط الواقف كنص الشارع: أى فى المفهوم والدلالة ووجوب العمل به". (الدرالمختار، كتاب الوقف: ٤/٤٣٣، سعيد)

"شرط الواقف كنص الشارع: أى فى المفهوم والدلالة، ووجوب العمل به". (تنقيح الفتاوى الحامدية: ١/١٢٦، مكتبه ميمنيه مصر)

(وكذا فى الأشباه والنظائر، كتاب الوقف الفن الثانى، الفوائد: ٢/١٠٦، إدارة القرآن كراچى)

"قال الخير الرملى: أقول: ومن اختلاف الجهة ما إذا كان الوقف منزلين: أحدهما للسكنى والآخر للاستغلال، فلايصرف أحدهما للآخر، وهى واقعة الفتوى، اهـ". (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب فى نقل أنقاض المسجد ونحوه: ٤/٣٦١، سعيد)

وقف کی آمدنی کا صرف کرنا جائز ہوگا یا ناجائز؟ وقف ناموں میں بالعموم جزئیات نہیں ہوتیں۔

الجواب حامداًومصلیاً:

ناجائز ہے:"لیس لقیّم المسجد أن یشتری جنازةً، وإن ذکر الواقف أن یشتری جنازةً، کذا فی السراجیة". فتاوی عالمگیری: ۴٦٢/٢ (١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

مسجد کے پیسے سے مسجد کے غسل خانہ کے لئے بالٹی خریدنا

سوال[۷۲۴۵]: مسجد کے وقف مال میں سے مسجد کے غسل خانوں میں غسل کے واسطے بالٹی خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ یا کوئی شخص بالٹی خرید کر مسجد کو وقف کرتا ہے تو کیا اس بالٹی کو عوام الناس کے غسل کے واسطے غسل خانہ میں رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

مصالحِ مسجد کے لئے جو وقف ہوا اس کی آمدنی سے غسل کے لئے بالٹی خریدنا اور غسل خانۂ مسجد میں رکھ دینا تاکہ نمازی وقتِ ضرورت اس سے غسل کرلیا کریں جائز ہے(۲)، اسی طرح کوئی شخص بالٹی ہی خرید کر اس

---

(١) (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، الفصل الثانی: ۴٦٢/٢، رشیدیه)

"ذکر الواقف فی کتاب الوقف أن القیم یشتری جنازةً، لایجوز للقیم أن یشتری جنازةً من غلة الوقف، ولو اشتری ونقد الثمن من غلة الوقف، یکون ضامناً .... وشراء الجنازة لیس من مصالح المسجد". (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل داره مسجداً، الخ: ۲۹۷/۳، رشیدیه)

(وکذا فی البزازیة علی هامش الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الوقف، الرابع فی المسجد وما یتصل به: ۲٦۹/٦، رشیدیه)

(وکذا فی خلاصة الفتاوی، کتاب الوقف، الفصل الرابع فی المسجد وأوقافه، الخ: ۴۲۲/۴، رشیدیه)

(۲) "والذی یبدأ به من ارتفاع الوقف: أی من غلته عمارته، شرط الواقف أولا، ثم ماهو أقرب إلی العمارة، =

مقصد کے لئے وہاں رکھ دے تب بھی درست ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۹۱ھ۔

مسجد کی رقم سے وضو کا پانی گرم کرنا

سوال[۷۲۴۶]: جو روپیہ مسجد میں جمع ہو اس سے پانی گرم کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو روپیہ مسجد کی مصالح کے لئے جمع ہو اس روپیہ سے نمازیوں کے لئے سردی کے زمانہ میں پانی گرم کرنا درست ہے، تاکہ وہ باآسانی وضو کر لیا کریں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= وأعم للمصلحة كالإمام للمسجد .... ثم السراج والبساط كذلك إلى آخر المصالح". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب: يبدأ بعد العمارة بما هو أقرب إليها: ۳۶۷/۴، سعيد)

(۱) "والأصح ماقال الإمام ظهيرالدين: إن الوقف على عمارة المسجد وعلى مصالح المسجد سواء". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر فى المسجد، الفصل الثانى: ۴۶۲/۲، رشيديه)

(وكذا فى فتح القدير، كتاب الوقف، الفصل الأول فى المتولى: ۲۴۱/۶، مصطفى البابى الحلبى مصر)

(وكذا فى خلاصة الفتاوى، كتاب الوقف، الفصل الرابع فى المسجد وأوقافه، الخ: ۴۲۲/۴، رشيديه)

(وكذا فى البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الوقف، الرابع فى المسجد وما يتصل به: ۲۶۹/۶، رشيديه)

(۲) "ويبدأ من غلته بعمارته، ثم ماهو أقرب لعمارته كإمام مسجدو مدرس مدرسة". (الدرالمختار).

"(قوله: ثم ماهو أقرب لعمارته) والذى يبدأ به من ارتفاع الوقف: أى من غلته عمارته، شَرَط الواقف أولا، ثم ماهو أقرب إلى العمارة وأعم للمصلحة .... ثم السراج والبساط كذلك إلى آخر المصالح". (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب: يبدأ بعد العمارة الخ: ۳۶۶/۴، ۳۶۷، سعيد)

(وكذا فى البحر الرائق، كتاب الوقف: ۳۵۶/۵، رشيديه) .... =

مسجد کی آمدنی سے تعلیم دینا

سوال[۷۲۴۷]: مسجد کی آمدنی سے قرآن شریف کی تعلیم دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر وہ مدرسہ اس مسجد کے تابع ہے یعنی بانی نے مسجد بنائی اور اس کے تابع ہی مدرسہ بنایا اور ہدایت کی کہ یہ مدرسہ مسجد کے تابع رہے گا اور مسجد کی آمدنی سے مدرسہ چلایا جائے گا تو شرعاً یہ درست ہے(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مسجد کی رقم سے بیٹری بھروانا

سوال[۷۲۴۸]: مسجدوں میں اسپیکر رکھے جاتے ہیں تو اس کی بیٹری بھرواتے ہیں، اس میں جو صَرفہ ہوتا ہے۔کیا اس کو مسجد کے جمع شدہ روپیہ سے ادا کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر مسجد کی ضرورت کے لئے یہ صرفہ ہے تو مسجد کے لئے جمع شدہ روپیہ سے ان کو پورا کرنا درست ہے(۲) ورنہ اس کا انتظام علیحدہ سے کیا جائے۔فقط اللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱۲/۹۲ھ۔

= (وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الوقف: ۲/۵۸۷، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۱) "اتحد الواقف والجهة، وقلّ مرسوم بعض الموقوف عليه بسبب خراب وقف أحدهما، جاز للحاكم أن يصرف من فاضل الوقف الآخر عليه؛ لأنهما حينئذ كشيء واحد". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، كتاب الوقف: ۴/۳۶۰، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الوقف: ۵/۳۶۲، رشيديه)

"شرط الواقف كنص الشارع: أي في المفهوم والدلالة، ووجوب العمل به". (الدرالمختار، كتاب الوقف: ۴/۴۳۳، سعيد)

(وكذا في تنقيح الفتاوىٰ الحامدية: ۱/۱۲۶، مكتبه ميمنيه مصر)

(۲) "والذي يبدأ به من ارتفاع الوقف عمارته ...... ثم السراج والبساط كذلك إلى آخر المصالح". =

عیدین وجمعہ کے موقعہ پر مسجد کی آمدنی سے عام شاہراہ پر فرش بچھوانا

سوال[۷۲۴۹]: جمعۃ الوداع اورعیدین کے موقعہ پر اندر صحن اور کوٹھے کی جگہ بھر جاتی ہے، اور مسجد کے باہر پورب، اتر، دکھن پختہ سرکاری سڑک ہے(۱)، اس پر لوگ صف قائم کرکے نماز ادا کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں جامع مسجد کی آمدنی سے کرایہ پر شامیانے اور دریاں بچھوائی جاتی ہیں، جس پر سالانہ پانچ سو روپے خرچہ آتا ہے۔ کیا حدودِ مسجد کے باہر مسجد کی انتظامیہ کمیٹی پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ شامیانے اور دریوں کا انتظام مسجد کی آمدنی سے کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ انتظام بھی اسی مسجد کے نمازیوں کے لئے ہے، اس لئے کوئی حرج نہیں (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۳/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۳/۱۸ھ۔

مسجد کے روپے سے کسی غریب کی حالت کو سدھارنا

سوال[۷۲۵۰]: جن مساجد کے پاس کافی روپیہ جمع ہے، وہ غرباء کو قرض دے کران کی حالت

= (كنز الدقائق). "(قوله: إلى آخر المصالح): أى مصالح المسجد، فيدخل المؤذن .... وثمن القناديل والزيت والحصر". (البحر الرائق، كتاب الوقف: ۳۵۶/۵، ۳۵۸، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب: يبدأ بعد العمارة بما هو أقرب إليها: ۳۶۷/۴، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الوقف: ۵۸۳/۲، ۵۸۴، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۱)"پورب: مشرق"۔(فيروز اللغات، ص: ۳۰۸، فيروز سنز، لاهور)

"اُتر: شمال، جواب"۔(فيروز اللغات، ص: ۲۳، فيروز سنز لاهور)

"دکھن: جنوب کی سمت"۔(فيروز اللغات، ص: ۶۴۲، فيروز سنز، لاهور)

(۲) "والذى يبدأ به من ارتفاع الوقف .... ثم السراج والبساط كذلك إلى آخر المصالح .... والبساط: أى الحصير، ويلحق بهما معلوم خادمها". (البحر الرائق، كتاب الوقف: ۳۵۶/۵، ۳۵۹، رشيديه)

سدھار سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس کی اجازت نہیں (۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۱/۲۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۱/۲۱ھ۔

مسجد کی آمدنی سے افطار کرانا

سوال[۷۲۵۱]: جامع مسجد اور دیگر مساجد متعلقہ میں رمضان شریف میں اسی آمدنی (مسجد کی ملحقہ دوکانوں اور موقوفہ مکانات) سے نمازیوں کو افطار کرایا جاتا ہے۔ آیا یہ جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جس پر جو دوکان وقف ہے اور واقف نے افطار کی اجازت دی ہے اس کی آمدنی سے اسی مسجد میں افطار کے لئے صَرف کرنے کی اجازت ہے، واقف کی اجازت نہ ہو تو درست نہیں (۲)۔ ہاں! اگر واقف کے زمانہ سے یہ دستور برابر چلا آرہا ہو تو بھی درست رہے گا (۳)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۳/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۳/۱۸ھ۔

---

(۱) "الفاضل من وقف المسجد هل يصرف إلى الفقراء؟ قيل: لايصرف، وإنه صحيح، ولكن يشترى به مستغلاً للمسجد، كذا في المحيط". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر فى المسجد، الفصل الثانى: ۲/۴۶۳، رشيديه)

(وكذا فى التاتارخانية، كتاب الوقف، مسائل وقف المسجد، قيم المسجد: ۵/۸۶۱، إدارة القرآن كراچى)

(۲) "وإذا أراد أن يصرف شيئاً من ذلک إلى إمام المسجد أو إلى مؤذن المسجد، فليس له ذلک، إلا إن كان الواقف شَرَط ذلک فى الوقف، كذا فى الذخيرة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الحادى عشر فى المسجد، الفصل الثانى: ۲/۴۶۳، رشيديه)

(۳) "بعث شمعاً فى شهر رمضان إلى مسجد، فاحترق، وبقى منه ثلثه أو دونه، ليس للإمام ولا للمؤذن=

افطار کے لئے دیا ہوا روپیہ مسجد کے دوسرے کاموں میں صَرف کرنا

سوال[۷۲۵۲]: ہمارے قصبہ میں دو تین مسجدیں ہیں، رمضان شریف میں افریقہ سے ہمارے یہاں کے اشخاص افطار کے واسطے چند روپے روانہ کرتے ہیں اور یہاں مسجد کے متولی صاحب ان روپوں میں سے بعض روپے افطار میں خرچ کرتے ہیں اور اکثر روپے مسجد کے اَور کام میں خرچ کرتے ہیں۔ اور کبھی ان روپوں میں سے اکثر افطار کے لئے خرچ کرتے ہیں اور بعض مسجد کے اَور کام کے لئے خرچ کرتے ہیں، دونوں طرف مساوی خرچ ہوتا ہے۔

ان تینوں صورتوں میں کیا یہ شرعاً جائز ہے کہ جو روپے صرف افطار کے لئے وصول ہوں اس میں سے مسجد کے لئے بھی خرچ کئے جائیں؟ صحیح جواب مع حوالہ کتب کے عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب دینے والے محض افطار کے لئے دیتے ہیں تو بغیر ان کی اجازت کے دوسرے کام میں صَرف کرنا جائز نہیں، کیونکہ متولی ایسی حالت میں معطی کا وکیل ہے اور وکیل کو مؤکل کے امر کے خلاف صَرف کرنا درست نہیں، هكذا في كتب الفقه(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ رجب/ ۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم۔

امام کی تنخواہ وقف زمین کی آمدنی سے

سوال[۷۲۵۳]: ایک امام صاحب کی تنخواہ کم ہے، متولی اوقاف میں خیانت کر رہے ہیں، ایک شخص نے کچھ زمین مسجد کے لئے وقف کر رکھی ہے، خود کاشت کاری کرتے ہیں اور آمدنی مسجد میں دیتے ہیں۔ اگر یہ

= أن يأخذ بغير إذن الدافع. ولو كان العرف في ذلك الموضع أن الإمام والمؤذن يأخذه من غير صريح الإذن في ذلك، فله ذلك، اهـ". (البحر الرائق، كتاب الوقف، فصل في أحكام المساجد: ۵/ ۴۱۹، رشيديه)

(۱) "وهنا الوكيل إنما يستفيد التصرف من المؤكل، وقد أمره بالدفع إلى فلان، فلا يملك الدفع إلى غيره". (ردالمحتار، كتاب الزكوة: ۲/ ۲۶۹، سعيد)

شخص کچھ غلہ اپنی زمین سے امام صاحب کو بغیر متولی کی اطلاع کے دے دیں تو دے سکتے ہیں اور امام اس کو لے سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر امام کی تنخواہ متولی نہیں دیتا تو بقدرِ تنخواہ مسجد کی زمین کی پیداوار سے وصول کرنے کا حق ہے(۱)۔

فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

مسجد کی آمدنی سے حافظِ تراویح کو انعام دینا

سوال[۷۲۵۴]: ختمِ تراویح اور شبینہ کے موقع پر اُسی آمدنی سے حفاظ کو انعامات تقسیم کئے جاتے ہیں، حالانکہ وقف کنندگان میں سے کسی کی تحریر میں ان مدات میں خرچ کا کوئی اشارہ نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تراویح میں قرآن کریم سنانے والوں کو روپیہ دینا درست نہیں (۲)، ہاں! اگر وہ ہمیشہ کا امام بھی ہو اور اس کو رمضان المبارک میں اصل تنخواہ سے زائد کچھ دیا جائے تو اسی مسجد کے اوقاف سے دینے کی

---

(۱) "لو وقف على مصالح المسجد، يجوز دفع غلته إلى الإمام والمؤذن والقيم، اهـ". (البحر الرائق، كتاب الوقف: ۳۵۴/۵، رشيديه)

"ويبدأ من غلته بعمارته، ثم ما هو أقرب بعمارته، كإمام مسجد ومدرس مدرسة يعطون بقدر كفايتهم". (الدرالمختار، كتاب الوقف: ۳۶۶/۴، ۳۶۷، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الوقف: ۳۵۶/۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الثالث في المصارف: ۳۶۸/۲، رشيديه)

(۲) "(قوله: ولا لأجل الطاعات) الأصل أن كل طاعة يختص بها المسلم، لايجوز الاستيجار عليها عندنا، لقوله عليه الصلوة والسلام: "اقرأوا القرآن ولاتأكلوا به". (ردالمحتار، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب في الاستيجار على الطاعات: ۵۵/۶، سعيد)

(وكذا في تنقيح الفتاوىٰ الحامدية، كتاب الإجارة: ۱۳۷/۲، مكتبه ميمنيه مصر)

اجازت ہے(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۳/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۳/۱۸ھ۔

رقمِ مسجد تراویح کے حافظ پر خرچ کرنا

سوال[۷۲۵۵]: آیا مسجد کی رقم سے تراویح سنانے والے حافظ کا خرچ طعام دیا جا سکتا ہے؟ صرف دووقت کھانا یا اس کی قیمت دینا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نہیں دینا چاہیے(۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۵/۹/۱۱ھ۔

عیدگاہ اور مسجد کا روپیہ قرض دینا

سوال[۷۲۵۶]: عیدگاہ یا مسجد کے لئے لوگوں نے چندہ کیا۔اس روپیہ سے قرض دینا اور لینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز نہیں، وہ امانت ہے(۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۶/۹/۲۴ھ۔

---

(۱) "لو وقف علی مصالح المسجد، یجوز دفع غلته إلی الإمام والمؤذن والقیم، اهـ". (البحر الرائق، کتاب الوقف: ۵/۳۵۴، رشیدیه)

"ویبدأ من غلته بعمارته، ثم ماهو أقرب لعمارته کإمام مسجد ومدرس مدرسة یعطون بقدر کفایتهم". (الدر المختار، کتاب الوقف، مطلب: یبدأ من غلة الوقف بعمارته: ۴/۳۶۶، ۳۶۷، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الوقف: ۵/۳۵۹، رشیدیه)

(۲) "وإذا أراد أن یصرف شیئاً من ذلک إلی إمام المسجد أو إلی مؤذن المسجد، فلیس له ذلک، إلا إن کان الواقف شَرَط ذلک". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الوقف، الباب الحادی عشر فی المسجد، الفصل الثانی فی الوقف علی المسجد: ۲/۴۶۳، رشیدیه)

(۳) "مع أن القیم لیس له إقراض مال المسجد. قال فی جامع الفصولین: لیس للمتولی إیداع مال =

مسجد کا دھان ادھار دینا

سوال[۷۲۵۷]: مسجد کا کچھ دھان اس کی زمین میں کھیتی کرنے والوں کو ادھار دے دیا اور پیداوار کے موسم میں ادھار کیا تھا تو اس وقت بھاؤ سستا ہوا ہے اور جس وقت دھان دیا تھا اس وقت مہنگا ہوتا ہے۔ اس طرح دو تین سو روپیہ مسجد کا نقصان ہوتا ہے۔ لہٰذا اس طریقہ پر مسجد کا دھان قرض دینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

شرعاً یہ درست نہیں، مسجد کا جس قدر نقصان ہو رہا ہے اس کا ضمان لازم ہے(۱)، جتنا دھان دیا تھا، اگر اتنا ہی وزن کر کے واپس مل گیا تو ضمان لازم نہیں اگر چہ قیمت میں فرق ہو(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دار العلوم دیوبند، ۱۰/۸/۹۰ھ۔

مسجد کے پیسہ سے تجارت

سوال[۷۲۵۸]: مسجد کے پیسہ سے مسجد کے لئے تجارت کر سکتا ہے یا نہیں؟

= الوقف والمسجد إلا ممن في عياله، ولا إقراضه فلو أقرضه، ضمن، وكذا المستقرض". (البحر الرائق، كتاب الوقف: ۵/ ۴۰۱، رشيديه)

(۱) "مع أن القيم ليس له إقراض مال المسجد .... فلو أقرضه، ضمن، وكذا المستقرض". (البحر الرائق، كتاب الوقف: ۵/ ۴۰۱، رشيديه)

(۲) چونکہ یہ معاملہ قرض ہے اور قرض میں قاعدہ یہی ہے کہ ذوات الامثال میں اس چیز کی مثل دینا ضروری ہے، اور اتنا ہی واپس کرنا ضروری ہے جتنا لیا تھا:

"(والقرض) شرعاً عقد مخصوص: أي بلفظ القرض ونحوه (يَرِد على دفع مال مثلي) خرج القيمي (لآخر ليردّ مثله)". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار، فصل في القرض: ۵/ ۱۶۱، سعيد)

"الديون تقضى بأمثالها". (ردالمحتار، كتاب الأيمان، باب اليمين في الضرب والقتل وغير ذلک مطلب: الديون تقضى الخ: ۳/ ۸۳۸، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسجد کا پیسہ متولی کے پاس امانت ہوتا ہے، اس میں اُور کسی قسم کا تصرف کرنا روزگار وغیرہ میں لگانا جائز نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مسجد کا روپیہ تجارت کے لئے دینا

سوال[۷۲۵۹]: مسجد کی جو رقم جمع تھی اس رقم کو متولیٔ مسجد نے اپنے ایک رشتہ دار کو بیوپار کرنے کے لئے دے دی، اس شخص نے مسجد کا کوئی حصہ طے نہیں کیا۔ اس تجارت میں کافی نفع ہوا، اس نے مسجد کی رقم واپس کرتے ہوئے مبلغ ۲۲۵/ روپے زائد دے دیئے۔ یہ زائد رقم جو اس نے دی ہے، یہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور آئندہ یہ رقم مسجد کا متولی کسی صورت سے اپنے رشتہ دار کو دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسجد کی رقم متولی کے پاس امانت ہے، کسی کو بیوپار کے لئے دینے کا اس کو حق نہیں، ہرگز کسی کو نہ دی جائے (۲)۔ جو رقم دی تھی وہ بطور قرض تھی، قرض میں یہ شرط کرنا کہ واپسی کے وقت اتنی رقم زائد لی جائے گی جائز نہیں کہ یہ سود ہے (۳)، لیکن بغیر شرط کے اگر قرض لینے والا یہ کہہ کر قرض واپس کردے کہ اتنی رقم تو قرض تھی، یہ واجب الادا ہے، اور اتنی رقم میں بلاکسی التزام کے اپنی طرف سے زائد دیتا ہوں تو یہ شرعاً درست ہے اور حدیث

---

(۱) "وفي القنية: ولايجوز للقيم شراء شئ من مال المسجد لنفسه ولا البيع له وإن كان فيه منفعة ظاهرة للمسجد، اهـ". (البحر الرائق، كتاب الوقف: ۵/۴۰۱، رشيديه)

"والوديعة لاتودع ولاتعار ولاتواجر ولا ترهن، وإن فعل شيئاً منها، ضمن". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الوديعة، الباب الأول: ۴/۳۳۸، رشيديه)

(۲) "والوديعه لاتودع ولاتعار ولاتواجر ولا ترهن، وإن فعل شيئاً منها، ضمن". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الوديعة، الباب الأول: ۴/۳۳۸، رشيديه)

(۳) "عن عليّ أمير المومنين رضى الله تعالىٰ عنه مرفوعاً: "كل قرض جر منفعةً فهو ربا". (إعلاء السنن، كتاب الحوالة، باب: كل قرض جرمنفعةً فهو ربا: ۱۴/۴۹۸، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في فيض القدير: ۹/۴۴۸۷، (رقم الحديث: ۶۳۳۶)، مكتبه نزار مصطفىٰ الباز، رياض)

پاک سے ثابت ہے، اس کا استعمال کرنا درست ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیو بند، ۸۸/۱/۲۵ھ۔

مسجد کا روپیہ کسی کے ذمہ ہو تو اس کو معاف نہیں کیا جا سکتا

سوال [۷۲۶۰]: مسجد کے متولی، امام، یا مسجد کے کسی خدمتی مؤذن وغیرہ کو مسجد کی بقایا رقم جب کہ مجبوری ہو ادا نہ کر سکتا ہو، معاف کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کو معاف کرنے کا حق کسی کو نہیں (۲)، جو لوگ معاف کرنا چاہتے ہیں وہ چندہ کر کے اس کی طرف سے ادا کریں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

مسجد کی آمدنی کو ختم کر دینے کا کسی کو بھی حق نہیں

سوال [۷۲۶۱]: جامع مسجد دہلی کے چاروں طرف جو دوکانیں بنی ہوئی ہیں وہ جامع مسجد کی زمین پر بنی ہوئی ہیں اور جامع مسجد ہی کی ملکیت ہیں، مسجد کو ان دوکانوں سے تقریباً ۲/۷ ہزار روپے سالانہ کی آمدنی

---

(۱) "وعن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: کان لی علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دینٌ، فقضانی إلیّ وزادنی". رواہ أبوداؤد". (مشکوۃ المصابیح، باب الإفلاس والإنظار، الفصل الأول، ص: ۲۵۳، قدیمی)

(۲) "أکار تناول من مال الوقف فصالح المتولی علی شیء، فھذا علی وجھین: إما أن یکون الأکار غنیاً أو فقیراً، ففی الوجہ الأول لایجوز الحط من مال الوقف". (التاتارخانیة، کتاب الوقف، تصرف القیم فی الأوقاف: ۵/۷۶۰، إدارۃ القرآن کراچی)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الوقف، الباب الخامس فی ولایة الوقف، الخ: ۲/۴۲۲، رشیدیہ)

"وأما إذا کان علی أرباب معلومین ومستحقین مخصوصین، لاتجوز المسامحة والحط بالصلح مطلقاً". (البحر الرائق، کتاب الوقف: ۵/۴۰۶، رشیدیہ)

ہے۔ گورنمنٹ کا محکمہ ''ڈی-ڈی-اے'' ان تمام دوکانوں کو ہٹا کر باغیچہ وغیرہ بنانا چاہتے ہیں، اگر ایسا ہوگا تو مسجد کی آمدنی ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گی۔ انہیں حالات کے پیشِ نظر مندرجہ ذیل امور دریافت طلب ہیں:

ا...... کیا گورنمنٹ کو حق ہے کہ وہ زبردستی مسجد کی آمدنی کو ختم کردے؟

۲...... کیا مسجد کے منتظمین کو حق ہے کہ وہ مسجد کی ملکیت اور آمدنی کو اس کام کے لئے ختم کردیں؟

۳...... اگر گورنمنٹ کی اس خواہش کو پورا کیا جائے تو کن صورتوں میں اس خواہش کو پورا کیا جاسکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

مسجد سے متعلق وقف کی آمدنی کو ختم کرنے کا کسی کو حق نہیں (۱)، ایسی خواہش پوری کرنے کے قابل نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۲۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۲۶ھ۔

مسجد کی دوکانوں کے کرایہ اور شادی کی آمدنی سے امام کی تنخواہ

سوال [۷۲۶۲]: مسجد کا پیسہ جو دوکانوں کے کرایہ اور شادی کے موقع پر حاصل ہوتا ہے اس سے

---

(۱) "ففي فتاوىٰ قارى الهداية: سئل: إذا استأجر شخص داراً وقفاً ثم إنه هدمها وجعلها طاحوناً أو فرناً أو غيره مايلزمه؟ أجاب: ينظر القاضي إن كان ماغيرّها إليه أنفع لجهة الوقف، أخذ منه الأجرة وبقى ماعمّر لجهة الوقف، وهو متبرع بما أنفقه في العمارة ولا يحسب له الأجرة. وإن لم يكن أنفع ولا أكثر ريعاً، ألزم بهدم ماصنع وإعادة الوقف إلى الصفة التي كان عليها بعد تعزيره بما يليق بحاله". (ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب: إذا هدم المشترى أو المستأجر دارالوقف ضمن: ۴/۴۴۷، سعيد)

"لايجوز لأحد أن يتصرف في ملك غيره بلا إذنه أو وكالة منه أو ولاية عليه، وإن فعل كان ضامناً". (الأشباه والنظائر، كتاب الغصب، الفن الثاني، الفوائد: ۲/۳۴۴، (رقم القاعدة: ۱۱۷۱)، إدارة القرآن كراچى)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب الغصب: ۶/۲۰۰، سعيد)

(وكذا في شرح المجلة: ۱/۶۱، (رقم المادة: ۹۶)، مكتبه حنفيه كوئٹه)

امام کی تنخواہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز غسل خانہ وغیرہ کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ایسے روپیہ کو تنخواہ امام میں دینا اور مسجد کے حمام اور غسل خانہ میں صَرف کرنا شرعاً درست ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۲/۸۹ھ۔



---

(۱) "لو وقف علی مصالح المسجد، يجوز دفع غلته إلى الإمام والمؤذن والقيم، اهـ" (البحر الرائق، كتاب الوقف: ۳۵۴/۵، رشيديه)

"والذی يبدأ به من ارتفاع الوقف: أی من غلته عمارته، شرط الواقف أولا، ثم ما هو أقرب إلى العمارة، وأعم للمصلحة كالإمام للمسجد والمدرس للمدرسة، يصرف إليهم إلى قدر كفايتهم".

(ردالمحتار، كتاب الوقف، مطلب: يبدأ بعد العمارة بما هو أقرب إليها: ۳۶۷/۴، سعيد)

(وكذا فی الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الوقف، الباب الثالث فی المصارف: ۳۶۸/۲، رشيديه)

(وكذا فی البحر الرائق، كتاب الوقف: ۳۵۶/۵، رشيديه)

الفصل الخامس عشر في صرف المال الحرام في المسجد

(مسجد میں حرام مال صَرف کرنے کا بیان)

مالِ حرام مسجد میں صرف کرنا

سوال[۷۲۶۳]: حیدرآباد سے ایک پرچہ بنام ''اطلاع'' نکلتا ہے جس میں ''پوچھئے اور سنیئے'' کی سرخی کے تحت ایک طویل مضمون شائع ہوا ہے جس میں پوری طاقت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ''حرام مال بطور چندہ کے مسجد ومدرسہ میں لے سکتے ہیں، اس میں شرعی کوئی قباحت نہیں ہے''۔ وہ مضمون دو قسط بنا کر آپ کی خدمت میں ارسال کروں گا، پہلی قسط اب روانہ کررہا ہوں اور مختصر اقتباس بنا کر ارسال کررہا ہوں۔

امید ہے کہ حضرت والا اپنی مصروفیتوں میں تھوڑا وقت ضرور بالضرور فارغ فرما کر جواب روانہ فرمائیں تو عین کرم ہوگا، کیونکہ دکن کا اکثر حصہ مشائخ پرست اور بدعات کے تابع ہے اور خود ایڈیٹر صاحب مستقل حیدرآباد کے مشہور واعظ حسام الدین صاحب جن کا مشائخ میں شمار ہے، ان کے صاحبزادے کے بیٹے ہیں یعنی پوتے ہیں، ان کے قلم سے نکلنے کے بعد خصوصاً جب کہ آیات واحادیث سے مشید کیا گیا ہے تو کافی لوگ مغالطہ میں پڑگئے ہیں۔

اس فاسد عقیدہ وعمل سے نجات دلانے کے لئے آنجناب مبرہن ومدلل ومفصل جواب تحریر فرمائیں اور اس کو چھاپ کر شائع کردیا جائے تاکہ عوام الناس غلط فہمی کے شکار نہ رہیں۔

سوال: ''جس کی آمدنی کا کل حصہ یا کل کی کل آمدنی حرام ہو جیسے سود خور ہو، یا مسکرات کی آمدنی رکھتا ہو، اس کے پاس دعوت میں جانا، یا اس سے کسی کارِ خیر میں چندہ لینا، یا ایسے سے مسجد کے لئے روپیہ حاصل کرنا کیسا ہے؟ کیونکہ اکثر علماء ناجائز بتاتے ہیں براہ کرم آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں تشفی بخش جواب دیجئے۔

جواب: ''شرع محمدی میں جس قدر معقولیت ہے وہ دنیا کے کسی مذہب میں

نہیں اور جو اصول مقرر ہیں ان سے کسی مسئلہ میں ٹکراؤ نہیں پایا جاتا ہے۔ روپیہ استعمال صرف دو ہی طریقوں سے ہوا کرتا ہے:

۱- آمدنی کے لحاظ سے، ۲- خرچ کرنے کے لحاظ سے۔

چنانچہ اسلام میں بھی ان ہی دو طریقوں سے امر و نہی فرمائی گئی ہے، مطلب یہ ہے کہ روپیہ کمانا ہو تو ان ذرائع سے کمایا جائے جسے حلال کیا گیا ہے، جیسے: تجارت، زراعت یا ملازمت وغیرہ، یعنی اس سلسلہ میں وہ طریقے نہ رہیں جو حرام کئے گئے ہیں، جیسے: سود، جھوٹ، رشوت، چوری وغیرہ۔

ایسا ہی خرچ کرنے کے جو مدات ہیں ان کی بھی دو قسمیں ہیں: ایک تو حرام جیسے: شراب اور دیگر مسکرات خریدنا، سود دینا، یا ناجائز کام پر خرچ کرنا۔ مطلب یہ ہے کہ بُرائی کی مدد کے لئے روپیہ خرچ کرنا ناجائز ہے، چاہے وہ وجۂ حلال سے کمایا ہوا روپیہ کیوں نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (۱) اس لحاظ سے غیر مسلموں کو چندہ دینا بھی قرآن مجید کے حکم سے ممنوع ہے، الخ۔

جب غیر مسلموں سے چندہ لیں گے تو ان کو بھی چندہ دینا پڑے گا، اس لئے غیر مسلموں سے چندہ نہ لیا جائے۔

دعــوی: جائز کام کے لئے خرچ کرنے کے واسطے ناجائز طریقہ سے کمایا ہوا مال خرچ کیا جاسکتا ہے۔

دلیل اول: اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے نیک لوگوں کے اوصاف میں فرمایا ہے کہ: ﴿وأنفقوا مما رزقناهم سراً وعلانيةً يرجون تجارةً لن تبور﴾ الآية(۲)۔ اس میں وجۂ حلال کی تخصیص نہیں ہے، بلکہ فرمایا گیا ہے ''جو کچھ بھی ہم نے ان کو دیا ہے'' تو وجہ حرام کی کمائی بھی جب کہ غیر اللہ سے ملی ہوئی نہیں ہوتی، بلکہ حقیقی دینے والا ہر چیز کا وہی

---

(۱) (سورة المائدة: ۲)

(۲) (سورة فاطر: ۲۹)

اللہ تعالیٰ ہی ہے تو حرام کمائی بھی خرچ ہوسکتی ہے اور اس طرح پر خرچ کی جاسکتی ہے جس کا اجر ملے، چونکہ اس آیت میں مندجہ بالا آیت کے ساتھ ہی فرمایا گیا ہے: ﴿ليوفيهم أجورهم و يزيدهم من فضله، إنه غفور شكور﴾(۱)۔

اس آیت کے اخیر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ''غفور'' فرما کر اس طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ جو اچھے کاموں پر خرچ کرے گا، وہ اگر روپیہ کو ناجائز طریقہ سے کمایا ہو تو اس کا اس طرح پر خرچ کرنا بخشے جانے کا موجب ہوگا۔

دلیل دوم: اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے کا جہاں ذکر فرمایا ہے، وہاں اچھی کمائی کی تخصیص نہیں فرمائی ہے، مگر کمائی کا جہان ذکر ہے، یا اپنے استعمال میں لانے کا جہاں ذکر ہے، وہاں پاک طریقہ اور اچھی چیزوں کو مخصوص فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے: ﴿يا أيها الذين امنوا كلوا من طيبت ما رزقناكم﴾ الآية(۲)۔

تو کھانا چونکہ اسی کا ہوتا ہے جسے کمایا جاتا ہے اس لئے اچھے طریقہ سے کمانے کا حکم سمجھا جانا چاہئے اور ہے ہی یہی، لہذا کمانے کے لئے وجہ حلال کی صراحت کی گئی ہے، مگر خرچ کرنے کے لئے خواہ وہ نیک کام ہی کیوں نہ ہوں حلال وحرام کی صراحت نہیں کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اچھے کام پر خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے، خواہ آمدنی کیسی ہی ہو، چنانچہ:

سوم: حج کے لئے استطاعت کو مشروط فرمایا گیا ہے، مگر روپیہ کے لئے تخصیص نہیں کی گئی ہے کہ حلال کمائی ہی کی ہو اور اس حلال کمائی کی وجہ سے حج کو جانے کی استطاعت ہونی چاہئے تو پھر جب حج جو اسلام کا ایک رکن ہے حرام روپیہ سے کیا جاسکتا ہے تو حرام کمائی والے کے پاس سے جائز دعوت میں کھانا کیسے حرام ہوسکتا ہے اور اس سے نیک کام میں چندہ لینا کیسے نادرست ہوسکتا ہے؟

---

(۱) (سورة فاطر: ۳۰)

(۲) (سورة البقرة: ۱۷۲)

چہارم: یہ معلوم رہے کہ ناجائز کمائی اس کمانے والے کی حد تک ناجائز ہے، نہ کہ حلال نوعیت سے روپیہ اس سے لینا بھی دوسرے کے لئے ناجائز ہو، اگر ایسا ہی ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے لئے نذرانہ وغیرہ لینے کا حکم ان سے دیتا جن کی حلال کمائی ہو، بلکہ فرمایا گیا ہے: ﴿خذ من أموالهم صدقةً تطهرهم و تزكيهم بها، وصل عليهم﴾ الآية(۱)۔

تو جب حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نذرانہ لیتے وقت اسے معلوم کرنے کی تاکید نہیں ہے کہ یہ تمہارا روپیہ حلال طریقہ سے کمایا ہوا ہے یا حرام؟ تو پھر کسی کو اسی طرح دعوت کے موقعہ پر یا دیگر موقعوں پر یہ سمجھنے کی کیا ضرورت ہے کہ یہ روپیہ دینے والے کی کمائی حرام ہے یا حلال؟

پنجم: علاوہ ازیں جب زکوٰۃ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ صرف اس کمائی کا اڑھائی فی صد زکوٰۃ میں دیں جسے حلال طور پر کمایا ہے، بلکہ حلال وحرام سب کے مجموعہ پر اڑھائی فیصد زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے تو اسلام کے ایک رکن زکوٰۃ میں جو خرچ کے مدات سے ہے، حرام روپیہ بھی خرچ ہوسکتا ہے اور اسے زکوۃ ادا کرنے کا ثواب بھی ملتا ہے تو حرام کمائی میں سے حرام کمانے والا اگر نیک کام پر روپیہ دے، تو اسے لینے سے انکار کسی مسئلۂ شرعی کی بناء پر درست نہیں ہوسکتا، ورنہ حرام روپیہ کمانے والے حج وزکوٰۃ وغیرہ سے مستثنیٰ ہوجائیں گے جو غلط ہے۔

ضروری وضاحت:

یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ کسی حرام کمائی کرنے والے سے نیک کام میں روپیہ لینے کو جائز کہنے کا یہ مطلب نہیں لینا چاہئے کہ مثلاً مسجد کے لئے لاٹری ڈالی جائے، کیونکہ اس صورت میں مسجد کی طرف سے حرام روپیہ فراہم کرنا پایا جائے گا، جو ویسا ہی حرام جیسا کہ کوئی شخص خود لاٹری ڈالے، ہاں! لاٹری جو کھلم کھلا جوا ہے،

(۱) (سورة التوبة : ۱۰۳)

کوئی مسلمان روپیہ حاصل کر کے اس میں سے مسجد کو چندہ دے تو وہ رقم چندہ کی قرار پائی ہے جو جائز ہے، جوے سے مسجد کے لئے روپیہ فراہم کرنا نہیں رہا، اس لئے جوے میں روپیہ کمانے والے سے چندہ لینے اور مسجد کے لئے فنڈ کو جمع کرنے کے لئے لاٹری ڈالے اس فرق کو تمیز کرنے کی ضرورت ہے تاکہ حلال وحرام میں فرق معلوم ہو سکے۔ جو علماء اس کے خلاف کہتے ہیں ان کو میرے پیش کردہ دلائل پر غور کرنا چاہئے اور نظرِ ثانی کے بعد اپنے قول سے رجوع فرمالیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

الجواب حامداًومصلیاً:

۱.....حرام مال مسجد میں لگانا درست نہیں، بلکہ مکروہ تحریمی (بمنزلۂ حرام) ہے:

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: "لا بأس بنقشه خلا محرابه بجص و ماء ذهب بماله الحلال، اهـ". درمختار. وقال ابن عابدين: "قال تاج الشريعة: أما لو أنفق في ذلك مالاً خبيثاً، أو مالاً سببه الخبيث والطيب، فيكره؛ لأن الله تعالىٰ لا يقبل إلا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله، اهـ، شرنبلالية". رد المحتار: ۱/۴۴۲(۱).

حرام اور حرام مال نہ اپنے اوپر خرچ کرنا جائز ہے، نہ اپنے اہل وعیال پر، اپنے پاس رکھنا بھی درست نہیں، بنیتِ ثواب صدقہ کرنا بھی جائز نہیں، ایسے مال میں ثواب کی نیت کرنا بہت خطرناک ہے، جس مال پر ملک ہی حاصل نہ ہو اس پر زکوٰۃ بھی فرض نہیں:

"ولو خلط السلطان المال المغصوب بماله، ملكه، فتجب الزكوٰة فيه، ويورث عنه؛ لأن الخلط استهلاك إذا لم يمكن تمييزه عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ، وقوله أوفق؛ إذ قلّما يخلو مال عن غصب. وهذا إذا كان له مال غير ما استهلكه بالخلط، مفصل عنه، يوفي دينه،

(۱) (ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب: كلمة "لا بأس" دليل على أن المستحب غيره؛ لأن البأس الشدة: ۱/۶۵۸، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة و ما يكره فيها: ۱/۲۷۸، دارالمعرفة بيروت)

وإلا فلا زكوة، كما لوكان الكل خبيثاً، كما في النهر عن الحواشي السعدية. وفي شرح الوهبانية عن البزازية: إنما يكفر إذا تصدق بالحرام القطعي، اهـ". درمختار(۱)۔

"في القنية: لو كان الخبيث نصاباً، لا يلزمه الزكوة؛ لأن الكل واجب التصدق عليه، اهـ.......... ما وجب التصدق بكله، لا يفيد التصدق ببعضه؛ لأن المغصوب إن عُلمت أصحابه أو ورثتهم، وجب رده عليهم، وإلاوجب التصدق به، اهـ"(۲)۔

"رجل دفع على فقير من المال الحرام شيئاً يرجو به الثواب، يكفر. ولو علم الفقير بذلك، فدعا له وأمّن المعطى، كفرا جميعاً .... ينبغي أن يكون كذلك لو كان المؤمن أجنبياً غير المعطي، والقابض، وكثير من الناس عنه غافلون، ومن الجهال فيه واقعون. قلت: الدفع إلى الفقير غير قيد، بل مثله فيما يظهر: لو بنىٰ من الحرام بعينه مسجداً ونحوه مما يرجو به التقرب؛ لأن العلة رجاء الثواب فيما فيه العقاب، ولايكون ذلك إلا باعتقاد حله.......... أي مع رجاء الثواب الناشئ عن استحلاله، كما مر، فافهم، الخ". ردالمحتار: ۲/۲۵،۲۹(۳)۔

حج میں مالِ حرام کا خرچ کرنا حرام ہے، اس سے حج قبول نہیں ہوتا:

"وقد يتصف (الحج) بالحرمة كالحج بمال حرام". درمختار۔ "وإنما يحرم من حيث الإنفاق، وكأنه أطلق عليه الحرمة؛ لأن للمال دخلاً فيه. قال في البحر: ويجتهد في تحصيل

---

(۱) (الدرالمختار، كتاب الزكوة، باب زكاة الغنم: ۲/۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، سعيد)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الزكاة، الباب الثاني في المصرف: ۴/۸۶، رشيديه)

(۲) (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم، مطلب فيما لو صادر السلطان جائراً، فنوى بذلك أداء الزكاة إليه: ۲/۲۹۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر في الكسب: ۵/۳۴۹، رشيديه)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۸/۳۶۹، رشيديه)

(۳) (ردالمحتار، كتاب الزكاة، باب زكاة الغنم، مطلب في التصدق من المال الحرام: ۲/۲۹۲، سعيد)

(وكذا في مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح: ۲/۳۲۳، (رقم الحديث: ۳۰۱)، رشيديه)

نفقة حلال، فإنه لا يقبل بالنفقة الحرام، كماورد في الحديث، اهـ". ردالمحتار: ٢/ ١٤(١)۔

اگر کسی وارث کومعلوم ہوکہ مورث کے پاس فلاں مال حرام ہے،تواس کووراثۃً لیناوارث کے لئے جائز نہیں، بلکہ اصل مالک معلوم ہوتو اسے واپس کردے،ورنہ صدقہ کردے:

قال ابن عابدینؒ: "لا يحل إذا علم عين الغصب مثلاً وإن لم يعلم مالكه. في البزازية: أخذ مورثه رشوةً أو ظلماً، إن علم ذلك بعينه، لا يحل له أخذه. والحاصل أنه إن علم أرباب الأموال، وجب رده عليهم، وإلا فإن علم عين الحرام، لايحل، ويتصدق به بنية صاحبه، اهـ". ردالمحتار: ١٨٠/١(٢)۔

فقہاء کے بیان کردہ مسائل، کتاب،سنت،اجماع،قیاس سے ثابت ہیں۔ایک صحابی کوایک شخص نے کمان ہدیۃً دی تھی جس میں عدمِ مشروعیت کی شان تھی،حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:''یہ آگ کی کمان ہے''(٣)۔کسی نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوت کی اور مالک کی اجازت کے بغیر بکری ذبح کرلی(کہ قیمت پھردیدیں گے)حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہاتھ کھینچ لیااور نوش فرمانے سے انکارفرمادیا(٤)۔

---

(١) (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الحج، مطلب فيمن حج بمال حرام: ٤٥٦/٢، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الحج، الباب الأول: ٢٢٠/١، رشيديه)

(٢) (ردالمحتار، باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالاً حراماً: ٩٩/٥، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ٣٦٩/٨، رشيديه)

(٣) "عن عبادة بن الصامت رضي الله تعالىٰ عنه قال: علّمتُ ناساً من أهل الصفة القرآن والكتاب، فأهدى إليّ رجل منهم قوساً، فقلت: ليست بمال، وأرمي عليها في سبيل الله، لآتينّ رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فلأسألنّه. فأتيته، فقلت: يا رسول الله! رجل أهدى إليّ قوساً .... قال: "إن كنت تحب أن تطوّق طوقاً من نار فاقبلها" (سنن أبي داؤد، كتاب البيوع، باب في كسب المعلم: ١٢٩/٢، إمداديه ملتان)

(٤) "وعن عاصم بن كليب عن أبيه عن رجل من الأنصار رضي الله تعالىٰ عنه قال: خرجنا مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم في جنازة، فرأيت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، وهو على القبر =

﴿خذ من أموالهم صدقةً﴾ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے لئے نذرانہ وصول کرنے کا حکم نہیں، بلکہ وہ صدقہ ہے، جیسا کہ صراحۃً اس کو صدقہ ہی فرمایا گیا ہے، صدقہ تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے حرام تھا، بلکہ آپ کے اہلِ بیت کے لئے بھی حرام تھا، آپ کے نواسہ نے بہت ہی بچپن میں ایک کھجور منہ میں دے لی تھی اور وہ زکوۃ کی تھی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فوراً اس کے منہ میں انگلی دے کر وہ کھجور نکال لی اور بچے کو اس سے روک کر اس کی زبان میں سمجھایا کہ صدقہ ہمارے لئے جائز نہیں (۱)۔ کتب حدیث وفقہ میں بہت صاف صاف اس کو بیان کیا گیا ہے۔ پس اس صدقہ کو نذرانہ قرار دینا علم وفہم کے افلاس کی بنا پر ہے۔

جس طرح ﴿کلوا من طیّبات﴾ الخ میں "أکلِ طیب" کا حکم ہے، جس کا مآل یہ ہے کہ اکل حرام

= یوصی الحافر، یقول: "أوسع من قبل رجلیه، أوسع من قبل رأسه". فلما رجع استقبله داعی امرأته، فأجاب، و نحن معه، فجیء بالطعام، فوضع یده، ثم وضع القوم، فأکلوا فنظرنا إلی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یلوک لقمةً فی فیه، ثم قال: "أجد لحم شاة أخذت بغیر إذن أهلها". فأرسلت المرأة تقول: یارسول اللہ! إنی أرسلت إلی النقیع –وهو موضع یباع فیه الغنم– لیشتری لی شاةً، فلم توجد، فأرسلت إلی جار لی قد اشتری شاةً أن یرسل بها إلیّ بثمنها، فلم یوجد، فأرسلت إلی امرأته، فأرسلت إلیّ بها، فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "أطعمی هذا الطعام الأساریٰ" (مشکوة المصابیح، باب المعجزات، الفصل الثالث، ص: ۵۴۴، قدیمی)

(وسنن أبی داؤد، کتاب البیوع، باب فی اجتناب الشبهات، إمدادیه ملتان)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب الغصب: ۱۵۳/۷، سعید)

(۱) " حدثنا محمد بن زیاد قال: سمعت أبا هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: أخذ الحسن بن علیّ تمرةً من تمر الصدقة، فجعلها فی فیه، فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "کخ، کخ". لیطرحها. ثم قال: "أما شعرت أنا لا نأکل الصدقة". (صحیح البخاری، کتاب الزکوة، باب ما یذکر فی الصدقة للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: ۲۰۲/۱، قدیمی)

(والصحیح لمسلم، کتاب الزکوة، باب تحریم الزکوة علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وعلی آله وهم بنو هاشم، الخ: ۳۴۳/۱، قدیمی)

(ومشکوة المصابیح، کتاب الزکوة، باب من تحل له الصدقة، ص: ۱۶۱، قدیمی)

کی ممانعت ہے، اسی طرح دوسری آیت میں انفاق کے لئے بھی طیب کو ضروری قرار دیا ہے: ﴿یا أیها الذین امنوا أنفقوا من طیّبات ما کسبتم﴾ الخ(۱)۔ جب کہ کسبِ خبیث خبیث ہے، اس کی اجازت نہیں تو کسبِ طیب لازم ہے اور اسی سے انفاق کا حکم ہے، پھر کسبِ خبیث سے انفاق کیسے موجبِ قربت ہوگا، اس کی صراحت بھی آگے فرمادی گئی ہے: ﴿ولا تیمّموا الخبیث منه تنفقون﴾ الآیة(۲)۔

حافظ ابن کثیر اس کی تفسیر ۱/۳۲۰ میں لکھتے ہیں: "أی لا تعدلوا عن المال الحلال، وتقصدوا إلی الحرام، فتجعلوا نفقتکم منه، اهـ"(۳)۔

تفسیر میں دیگر اقوال بھی مذکور ہیں (۴)، مگر یہ کہنا کہ ''اللہ تعالیٰ نے خرچ کرنے کا جہاں ذکر فرمایا ہے وہاں اچھی کمائی کی تخصیص نہیں فرمائی'' قرآن کریم سے عدمِ واقفیت پر مبنی ہے، ورنہ علم کے باوجود کوئی مسلمان انکارِ نصِ قرآنی کی جرأت نہیں کرسکتا۔

ایک عجیب بات فاضل مجیب نے لکھی ہے کہ:

''وجہ حرام کی کمائی بھی جب کہ غیر اللہ سے ملی ہوئی نہیں ہوتی، بلکہ حقیقی دینے والا ہر چیز کا اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس بنا پر حرام کمائی خدا کی راہ میں خرچ کرنا درست، بلکہ موجبِ اجر ہے''۔

تو اس کے ذریعہ حرام کمانے والوں کے واسطے بہت بڑا باب کھول دیا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ جب حرام کا بھی دینے والا خدا ہی ہے اور اس کے خرچ کرنے پر بھی اجر و فضل و مغفرت ہے تو پھر زیادہ سے زیادہ اس

---

(۱) (سورة البقرة: ۲۶۷)

(۲) (سورة البقرة: ۲۶۷)

(۳) (تفسیر ابن کثیر، (سورة البقرة: ۲۶۷): ۱/۳۲۰، سهیل اکیڈمی لاهور)

(۴) "﴿ولا تیمموا الخبیث﴾: أی تقصدوا الخبیث ﴿منه تنفقون ولستم بآخذیه﴾: أی لو أعطیتموه ما أخذتموه إلا أن تتغاضوا فیه، فالله أغنی عنه منکم، فلا تجعلوا لله ماتکرهون".

"عن عبدالله بن مغفل فی هذه الآیة: ﴿ولا تیمموا الخبیث منه تنفقون﴾ قال: کسب المسلم لایکون خبیثاً، ولکن لایصدق بالحشف والدرهم الزیف وما لاخیر فیه". (تفسیر ابن کثیر، (سورة البقرة: ۲۶۷): ۱/۳۲۰، ۳۲۱، سهیل اکیڈمی لاهور)

راہ سے کما کر خدا کے راستہ میں خرچ کیا جائے، کچھ گناہ اگر حرمت کی وجہ سے ہوگا بھی تو وہ خرچ کرنے سے اجر وثواب بلکہ حصولِ جنت کا ذریعہ بن جائے گا۔ مقامِ غور ہے کہ یہ کس قدر فتنے اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

قرآن، حدیث، فقہ کو باقاعدہ اساتذہ سے حاصل کئے بغیر آیات، روایات، احکام کو تختۂ مشق نہ بنایا جائے، اور جولانیٔ قلم کے لئے کوئی دوسرا میدان تجویز کیا جائے، جس میں آخرت کی باز پرس کا اندیشہ نہ ہو، ورنہ:

﴿ولا تقولوا لما تصف ألسنتكم الكذب هذا حلال و هذا حرام، لتفتروا على الله الكذب، إن الذين يفترون على الله الكذب لا يفلحون﴾(١)، اور ﴿ومن أظلم ممن افترىٰ على الله كذباً﴾(٢)، اور "من قال فى القرآن برأيه" (٣)، اور "من كذب عليَّ متعمداً فليتبوأ"(٤) کی سخت وعیدیں سامنے۔ اور ایسے مضامین کی وجہ سے جو مخلوق گمراہ ہوئی اس کا وبال مستقل ہے: ﴿وليحملن أثقالهم و أثقالاً مع أثقالهم، و ليسئلن يوم القيامة عما كانوا يفترون﴾(٥)۔ فقط واللّٰہ الهادى إلى صراط مستقيم.

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

کسی سے جبراً مال لے کر مسجد میں صرف کرنا

سوال[۷۲۶۴]: ا...... گاؤں شاملات منجد کی تعمیر ومرمت کے لئے ایک شخص لگان، یا رقم معین بطور چندہ نہیں دیتا، دوسرے فریق جبراً اور حقہ پانی ترک کر کے لگان لینا چاہتے ہیں۔ اس طریقہ سے لینا جائز ہے یا

(١) (سورة النحل: ١١٦)

(٢) (سورة الأنعام: ٢١)

(٣) الحديث بتمامه: "عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من قال فى القرآن برأيه، فليتبوأ مقعده من النار". (مشكوة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثانى: ١/٣٥، قديمى)

(٤) الحديث بتمامه: "عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "اتقوا الحديث عنى إلا ما علمتم، فمن كذب علىّ متعمداً، فليتبوأ مقعده من النار". رواه الترمذى". (مشكوة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثانى: ١/٣٥، قديمى)

(٥) (سورة العنكبوت: ١٣)

نہیں؟ اگر نہ ہوتو جبراً لیکر مسجد میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں، اگر نا جائز ہوتو ایسے روپے کو حمام یا حجرہ وغیرہ میں لگانا درست ہے یا نہیں؟

۲......سودی لین دین کا روپیہ مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟

۳......ایک بھینسہ موضع چونری سے موضع منڈی میں آ کر بھینسوں میں رہنے لگ گیا، چند روز میں اس کو مارنے کا عیب ہوگیا، اس عیب کی وجہ سے اہل گاؤں موضع چونری والوں سے اجازت لیکر فروخت کر دیا۔ اس روپیہ کا مسجد، حمام وغیرہ میں لگانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

۱......جبراً لینا جائز نہیں، نہ مسجد کے لئے، نہ حجرہ، حمام وغیرہ کے لئے (۱)۔

۲......ناجائز آمدنی خواہ سود کے ذریعہ سے حاصل کی ہو خواہ اَور کسی ذریعہ سے، مسجد میں لگانا درست نہیں (۲)۔

۳...... مالک کی اجازت سے فروخت کر کے مسجد میں قیمت کو لگانا شرعاً درست ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) "وعن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ألا! لا تظلموا، ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". (مشكوة المصابيح، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمي)

(وسنن البيهقي، (رقم الحديث: ۵۴۹۲)، باب شعب الإيمان: ۳۸۷/۴، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من تصدق بعدل تمرة من كسب طيب، ولا يقبل الله إلا الطيب. الخ". (صحيح البخاري، باب الصدقة، من كسب طيب: ۱۸۹/۱، قديمي)

"أما لو أنفق في ذلك مالاً خبيثاً، أو مالاً سببه الخبيث والطيب، فيكره". (ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب: كلمة "لا بأس" دليل على أن المستحب غيره، الخ: ۶۵۸/۱، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۲۷۸/۱، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة، دارالمعرفة بيروت)

(۳) "لأن الملك ما من شأنه أن يتصرف فيه بوصف الاختصاص". (ردالمحتار، كتاب البيوع، مطلب =

مسجد میں مالِ حرام صَرف کرنے سے متعلق شامی کی عبارت

سوال [۷۲۶۵]: فتاوی دارالعلوم، امداد المفتین وعزیز الفتاوی جلد پنجم وششم، ص: ۲۸۸، میں شامی کی یہ عبارت منقول ہے:

"قال تاج الشريعة: أما لو أنفق في ذلك مالاً خبيثاً أو مالاً مخلوطاً من الخبيث والطيب، فيكره؛ لأن الله تعالىٰ لا يقبل إلا الطيب، فيكره تلويث بيته بما لا يقبله"۔

بندہ نے شامی کی کتاب الوقف و دیگر ابواب میں تلاش کیا، مگر بندہ کی کوتاہ نظری کی بنا پر نہ مل سکی، حضرت والا برائے کرم جلدی سے صفحہ وابواب تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

شامی ۱/۴۴۲، مکروهات الصلوة، مطلب في أحكام المساجد میں قولِ درمختار:"ولا بأس بنقشه خلا محرابه بجص و ماء ذهب لو بماله الحلال" ہے،اس لفظ"الحلال" کے ذیل میں عبارتِ مسئولہ بحوالہ شرنبلالیہ مذکور ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

مالِ حرام سے مسجد، کنواں اور مکان کی تعمیر

سوال[۷۲۶۶]: زید افریقہ میں دوکان کرتا ہے اور دوکان پر ناجائز چیزیں: شراب خنزیر وغیرہ رکھتا ہے، اس نے کاروبار سے رقم جمع کرکے اپنے وطن کے قبرستان میں کنواں تعمیر کرایا، ایک مسجد افریقہ میں تعمیر کرائی، ایک مکان تعمیر کراکے اپنی قوم پنچایت کے نام کردیا ہے۔ان سب کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

چودھری عبدالرحمٰن، محمد یوسف آڑھتی، سبزی منڈی شملہ۔

= في تعريف المال والملك والمتقوم: ۴/۵۰۲، سعيد)

(۱) (ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب: كلمة "لابأس" دليل على أن المستحب غيره، الخ: ۱/۶۵۸، سعيد)

(تنبيه): عبارتِ مذکورہ:"مطلب في أحكام المساجد" میں نہیں، بلکہ حوالہ مذکورہ بالا میں ہے، لیکن اس کے بعد:"مطلب في أفضل المساجد" ہے، شاید اس سے التباس ہوا۔(مخرج)

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کی دوکان میں کوئی چیز جائز بھی ہے یا تمام اشیاء خمر وخنزیر کی طرح حرام ہی ہیں، اگر کوئی جائز چیز بھی ہے تب تو اس کی آمدنی حرام وحلال سے مرکب ہوئی اور حرام وحلال کے خلط سے آدمی تمام کا مالک ہو جاتا ہے اگرچہ حرام کا ضمان اس کے ذمہ واجب ہوتا ہے، لہذا مسجد، کنواں، مکان تینوں اشیاء کا استعمال شرعاً درست ہے اور جس قدر مال حرام طریقہ پر خمر وخنزیر وغیرہ حرام اشیاء سے حاصل کیا ہے اس کا ضمان واجب ہے:

"لما خلطها: أی أموالاً غیر طیبة ملکها، و صار مثلها دیناً فی ذمته لا عیناً". ردالمحتار ۲/۳۸(۱)۔

اور اگر اس کی دوکان میں جائز چیز تجارت کے لئے کوئی نہیں، بلکہ تمام مال حرام ہے اور تمام آمدنی حرام طریقہ سے حاصل کرتا ہے، تب یہ حکم ہے کہ اگر وہ حرام مال اولاً بائع کو دیدیا اور اس کے بعد اس کے عوض میں زمین خریدی ہے پھر اس سے تعمیر کی ہے، یا حرام مال کو متعین کر کے مخصوص طور پر اس کے عوض میں زمین خرید کر تعمیر کی ہے تو شرعاً وہ مسجد، مسجد نہیں، اس میں نماز پڑھنا منع ہے(۲)۔

اسی طرح اس مکان کا استعمال بھی ناجائز ہے۔ لیکن کنویں کے پانی میں کوئی خرابی نہیں، کیونکہ حرام مال سے پانی پیدا نہیں ہوا، صرف حرام مال سے تعمیر کردہ کنویں کی دیواروں سے متصل ہے، اس اتصال سے پانی میں حرمت نہ ہوگی۔ اور اگر حرام مال کے عوض میں زمین خریدی ہے، مگر قیمت ادا کی ہے کسی حلال مال سے مثلاً: قرض لے کر، یا اَور کسی طرح، یا حلال مال کے عوض میں خریدی، پھر دیا حرام مال، یا زمین خریدی ہے بلا تعیین حرام وحلال، اور قیمت ادا کی حرام سے تو ان سب صورتوں میں اس مکان کا استعمال درست ہے، نیز مسجد مذکور میں نماز بھی جائز ہے اور کنویں کے پانی میں تو کوئی اشکال ہی نہیں:

فی ردالمحتار: "رجل اکتسب مالاً من حرام، ثم اشتری، فهذا علی خمسة أوجه:

---

(۱) (ردالمحتار، کتاب الزکاة، باب زکاة الغنم مطلب فیما لو صادر السلطان جائراً فنوی بذلک أداء الزکاة إلیه: ۲/۲۹۱، سعید)

(۲) "کل مسجد بني مباهاةً، أو رياءً، أو سمعةً، أو لغرض سوی ابتغاء وجه الله، أو بمال غیر طیب، فهو لاحق بمسجد الضرار". (المدارک علی هامش تفسیر الخازن: ۲/۲۸۱، حافظ کتب خانه)

إمـا إن دفع تلك الدراهم إلى البائع أولاً، ثم اشترى منه بها، أو اشترىٰ قبل الدفع بها و دفعها، أو اشترى قبل الدفع بها ودفع غيرها، أو اشترىٰ مطلقاً و دفع تلك الدراهم، أو اشترىٰ بدراهم اخر و دفع تلك الدراهم، قال أبو نصر: يطيب له و لا يجب عليه أن يتصدق إلا في الوجه الأول. وقال أبوبكر: لايطيب في الكل، لكن الفتوىٰ الآن على قول الكرخي"(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۲۰/۱/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۳۰/محرم/۵۵ھ۔

مالِ حرام سے بنائی ہوئی مسجد

سوال[۷۲۶۷]: عرصہ ۳۵/سال کا گزرا ایک زانیہ عورت (رنڈی) جو زنا کا پیشہ کرتی تھی، ایک ہندو کے پاس رہتی تھی، اس کے پاس اس کمائی ناجائز سے دس پندرہ ہزار روپیہ تھا۔ اس نے خیال کیا کہ اگر اس روپیہ سے ایک جامع مسجد قصبہ متھرا کے اندر تعمیر کرادی جائے تو بہت ثواب ملے گا، اس خیال سے اس نے قصبہ کے اندر ایک جامع مسجد بڑی شاندار بنوادی، مسجد تیار ہوگئی۔ مسلمانوں سے نماز پڑھنے کے لئے کہا گیا تو مسلمانوں نے اور مولویوں نے یہ اعتراض کیا کہ یہ مسجد رنڈی کے سرمایہ سے بنی ہے، لہذا ہماری نماز اس میں

---

(۱) (ردالمحتار، كتاب البيوع، باب المتفرقات، فصل: إذا اكتسب حراماً، ثم اشترى، الخ: ۵/۲۳۵، سعيد)

"وأما الثاني. وهو ما إذا تصرف في المغصوب أو الوديعة و ربح، فهو على وجوه .... فقد قال الكرخي رحمه الله تعالىٰ: إنه على أربعة أوجه: إما إن أشار و نقد منه، أو أشار إليه و نقد من غيره، أو أشار إلى غيره و نقد منه، أو أطلق إطلاقاً و نقد منه، و في كل ذلك يطيب له، إلا في الوجه الأول: وهو ما إذا أشار إليه و نقد منه؛ لأن الإشارة إليه لا تفيد التعين، فيستوى وجودها و عدمها، إلا إذا تأكدت بالنقد منهما .... و اختار بعضهم الفتوى على قول الكرخي في زماننا، لكثرة الحرام".
(البحر الرائق، كتاب الغصب: ۸/۲۰۷، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الغصب: ۳/۳۷۳، ۳۷۴، إمداديه ملتان)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الغصب: ۶/۱۸۹، سعيد)

نہیں ہوگی اور سب مسلمانوں نے اس مسجد میں نماز پڑھنے سے انکار کردیا۔

اس کے بعد اس رنڈی نے مسلمانوں کو یہ دھمکی دی کہ اگر تم لوگ اس مسجد میں نماز نہیں پڑھوگے تو میں اس مسجد میں ٹھاکر جی کا بت رکھوادونگی اور اس کو مندر بنوادوں گی۔ اس حکم کے سننے کے ساتھ ہی چند پیر صاحبان اور مولوی صاحبان نے فوراً یہ فتوی دے دیا کہ بت خانہ سے مسجد ہزار درجہ بہتر ہے اور سب مسلمان اس مسجد میں نماز پڑھنے لگے۔ جب سے اب تک ۳۰، ۳۵/ سال کا زمانہ گزرا ہوگا، برابر اس مسجد میں عیدین و جمعہ پنجوقتہ نمازیں پڑھی جارہی ہیں، لیکن اتنا عرصہ نکل جانے کے بعد اب کچھ مولوی صاحبان اس مسجد میں نماز پڑھنے کو ناجائز بتلاتے ہیں۔

تو اب ہم مسلمانان قصبہ متھرا آپ سے فتویٰ طلب کرتے ہیں کہ اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور اس مسجد میں ہماری نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ اور جب ہم لوگ اس مسجد میں نماز نہ پڑھیں گے تو مسجد بغیر اذان و چراغ بتی کے ویران ہوجاوے گی تو اس حالت میں ہم گناہگار ہوں گے یا نہیں؟ یا اب عالیشان مسجد کو تالا لگا کر بند کردیا جائے یا کیا کرنا چاہئے؟ فقط۔

۲۶/شوال/۵۶ھ۔

الجواب حامداًومصلیاً:

حرام روپیہ سے کوئی شیٔ خریدنے میں تفصیل ہے: بعض صورتوں میں بیع بالکل ناجائز ہے، اور اس شیٔ میں حرمت آجاتی ہے۔ اور بعض صورتوں میں اس شیٔ میں حرمت نہیں آتی اور بیع درست ہوتی ہے۔ اگر حرام روپیہ کو پہلے متعین کر کے اور اس کی جانب اشارہ کر کے اس کے عوض زمین وغیرہ خریدی اور مسجد وغیرہ بنوائی ہے تب تو وہ زمین اس کی ملک میں نہیں آئی اور وہ مسجد، مسجد ہی نہیں ہوئی۔ اور اگر بلاتعین واشارہ کے زمین خریدی ہے اور پھر وہ حرام روپیہ قیمت میں ادا کردیا، یا کسی دوسرے حلال روپیہ کو متعین کر کے زمین وغیرہ خریدی، لیکن قیمت میں حرام روپیہ ادا کیا، یا حرام روپیہ متعین کر کے خریدی لیکن پھر قیمت میں کوئی حلال روپیہ دیدیا تو ان سب صورتوں میں بیع درست ہوگی۔ اور پھر باقاعدہ اس کو وقف کردیا ہے تو وہ مسجد ہوگئی، اس میں نماز درست ہے،

هكذا يفهم مما في رد المحتار: ۱۳۳/۵(۱)۔

اور پہلی صورت میں جب کہ بیع درست نہیں ہوئی تب بھی اس کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا جو کہ احترامِ مسجد کے خلاف ہے جائز نہیں (۲)، البتہ وہاں نماز مکروہ ہے (۳)۔ اور تاوقتیکہ پوری تحقیق نہ ہو، اس کو مسجد ہی کہا جاوے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۶/۱۱/۳ھ۔

---

(۱) "(كما لو تصرف في المغصوب والوديعة) بأن باعه (وربح) فيه (إذا كان) ذلك (متعيناً بالإشارة، أو بالشراء بدراهم الوديعة، أوالغصب و نقدها): يعني يتصدق بربح حصل فيهما إذا كانا مما يتعين بالإشارة. وإن كان مما لا يتعين، فعلى أربعة أوجه: فإن أشار إليها و نقدها، فكذلك يتصدق (وإن أشار إليها و نقد غيرها، أو) أشار (إلى غيرها) و نقدها (أو أطلق) و لم يشر (ونقدها، لا) يتصدق في الصور الثلاث عند الكرخي. قيل: (و به يفتى). والمختار أنه لا يحل مطلقاً -كذا في الملتقى- ولو بعد الضمان......... واختار بعضهم الفتوى على قول الكرخي في زماننا، لكثرة الحرام، و هذا كله على قولهما". (الدرالمختار).

"(قوله: فكذلك يتصدق)؛ لأن الإشارة إليه لا تفيد التعيين، فيستوي وجودها و عدمها، إلا إذا تأكد بالنقد منها، زيلعي. (قوله: أو أطلق) بأن قال: اشتريت بألف درهم و نقد من دراهم الغصب، أو الوديعة، عزمية. وفي التاتارخانية عن الذخيرة: أنه إذا أطلق و لم يشر، فإن نوى النقد منها، فلا يخلو: إن حقق نيته، فنقد منها، فالأصح أنه لا يطيب، وإن لم يحقق نيته، يطيب؛ لأن مجرد العزم لا أثر له. وإن لم ينو، ثم نقد منها، طاب. قال الحلواني: إنما يطيب إذا نوى أن لا ينقد منها، ثم بدا له، فنقد. أما إذا نوى النقد منها مع علمه أنه ينقد، لا يطيب، ملخصاً. و في البزازية: وقول الكرخي عليه الفتوى، ولا تعتبر النية في الفتوى، ثم حمل ما مر على حكم الديانة". (ردالمحتار: ۱۸۹/۶، كتاب الغصب، سعيد)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: فيمن ورث مالاً حراماً: ۹۹/۵، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب الغصب: ۲۰۷/۸، رشيديه)

(۲) (راجع الحاشية المتقدمة)

(۳) (راجع، ص: ۱۰۱، رقم الحاشية: ۱)